بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاسبانی تراشے ماہ ستمبر 2020

ملا ہے اس کو خطاب برحق..........الیکٹرانک اکیڈمی کا
نہ کیوں ہو اس کی نہاد علمی، شفیق احمد ہیں اس کے بانی

فضیل احمد ناصری

پاسبانی تراشے

جمع و ترتیب

مسعود اعجازی اورنگ آبادی ممبر پاسبان علم وادب

نام کتابچہ	:	پاسبانی، تراشے
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	:	ایک سو سترہ (117)
اشاعت	:	ستمبر / 2020 /
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	(+91) 7387127358

فہرست مضامین

حمد باری تعالیٰ

بقلم :- حافظ عامر اعظمی العین

زباں جب بھی کھلے تو لب.... پہ ہو حمد و ثنا یارب
"تری تعریف میں گزریں مرے صبح و مسا یارب"

بہت سے قرض ہیں مجھ پر بہت سے فرض ہیں مجھ پر
مجھے توفیق دے اتنی .... کروں سارے ادا یارب

تو ہی غفار ہے مولا................ میں عاصی ہوں ترا بندہ
دعا ہے بخش دے میری تو ہر اک اک خطا یارب

جہاں میں ہر طرف بندے ترے سارے پریشاں ہیں
پریشانی تو اپنے سارے................. بندوں کی ہٹا یارب

ہوئیں معدوم ساری رونقیں دنیا کی پل بھر میں
وبا دنیا میں جو آئی.............. مٹا دے تو وبا یارب

خزانے میں کمی کوئی نہیں ہے تیرے ،رحمت کی
جہاں پر بھیج دے پھر سے...... تو رحمت کی گھٹا یارب

تو مالک ہے تو مولا ہے............ تو آقا ہے تو داتا ہے
ترے ہی بس میں ہے تو دے سزا یا کہ جزا یارب

ترے دربار میں عامر کی جو مقبول ہو جائے
دعا ایسی کوئی عامر سے تو اپنے لکھا یارب

نعت

بقلم :- حافظ عامر اعظمی العین

آپ کو رب نے کہا ہے خود بشر میرے نبی
آپ ہیں ہو کر بشر سب سے دگر میرے نبی

شوق کے میں بھی لگا کر آؤں پر میرے نبی
ہے یہ میری آرزوئے مختصر میرے نبی

آپ جیسا رحمت اللعلمیں کوئی نہیں
کس نے پایا آپ کے جیسا جگر میرے نبی

آپ کے جود و سخا کا معترف ہے ہر بشر
آپ کا ہے ساری دنیا پر اثر میرے نبی

آپ کی فہم فراست کا نہیں کوئ بدل
سب سے بر تر آپ نے پائ نظر میرے نبی

اس جہاں سے اس جہاں تک لے گیا رب کریم
معجزاتی کون کر پایا سفر...............میرے نبی

دیکھکر جنت جہنم کے مناظر آپ نے
اپنی امت کو سنائ ہر خبر میرے نبی

دشمنوں کی دشمنی تحلیل کر دی آپ نے
اوس و خزرج ہو گئے شیر و شکر میرے نبی

نعت کہنے کا شرف حاصل ہوا عامر کو آج
ہوگیا حاصل انھیں بھی.. کچھ ہنر میرے نبی

حرفِ چند

بقلم :- مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

الحمدللہ! **پاسبانی تراشے ماہ ستمبر 2020** آپ کی اسکرین پر موجود ہے۔۔۔

پاسبانی تراشے! میں آپ دیکھیں گے بہترین حمد و نعت ، معلومات سے بھرپور ادبی سفر نامے، ملک کے موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے رہنمائی کرتے مضامین، سیاسی سماجی مسائل پر دلچسپ تبصرے ، صحت و طب کے متعلق مفید مشورے صحابۂ کرام آئمہ عظام اولیاءاللہ علماء دین کی مجمل سیرت و سوانح ، اصلاح معاشرہ پر تازہ بتازہ مضامین آئے دن پیش آنے والے نت نئے مسائل اور ان کا حل، اور بھی بہت کچھ۔۔۔

پاسبانی تراشے! سوشل میڈیا کے شہر آفاق گروپ **پاسبان علم و ادب** کے ممبران کے قلم سے نکلنے والے قیمتی ادبی اصلاحی تراشوں کا مجموعہ ہے۔۔۔

پاسبانی تراشے! پاسبان علم وادب میں شیئر کئے جانے والے، پاسبانی احباب کے ذاتی مضامین سے انتخاب کر انگریزی مہینے کی آخری تاریخوں میں شائع کیا جاتا ہے۔۔

ہم نے کوشش کی ہے اس رسالے کو خوب سے خوب تر بنانے کی مزید کے لئے آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا۔۔۔۔۔۔

آپ کی دعاؤں اور مفید مشوروں سے ہمیں حوصلہ ملتا ہے۔۔۔

نوٹ :- یہ رسالہ صرف برقی شائع کیا جاتا ہے

العبد مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

درسِ حدیث

مرغ اور پِسُّو کو گالی دینا منع ہے

بقلم :- مولانا عبدالقادر فیضان باقوی جامعہ آبادی (بھٹکل)

الحمدلله، والصلوة والسلام علی رسول الله، وعلی آله وصحبه ومن والاه.

(1) سیدنا زید بن خالد الجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا *: ﴿لَاتَسَبُّوا الدِّيْكَ، فَإِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلَوةِ: تم مرغ کو گالی نہ دو، کیونکہ وہ (لوگوں کو) نماز کیلیے بیدار کرتا ہے﴾ ۔* {ابوداود، اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ۔ مگر یہ کہ انہوں نے (یوقظ کی جگہ) یدعو للصلوۃ" کے الفاظ سے ۔ اور نسائی نے اسکو مُسنَدًا و مُرسَلًا روایت کیا ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرغ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک چلایا، (اذان دی،) تب ایک شخص نے اسکو گالی دی۔ *" پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کو گالی دینے سے منع فرمایا" * {حدیث کو بزار نے لابَأس بہ (کوئی حرج نہیں) والی سند سے روایت کیا ہے، اور طبرانی نے بھی، مگر انہوں نے اپنی روایت میں یہ الفاظ کہے ہیں}:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛: 《لا تلعنه ولا تَسَبَّهُ فانه يدعو الى الصلوة: نہ اسپر لعنت بھیجو اور نہ ہی اسے گالی دو، اسلیے کہ وہ نماز کی طرف بلاتا ہے》 ۔؛

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک مرغ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب چیخا(ککڑوں کوں کی آواز کی،) تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ ؛: اسپر لعنت بھیج(اپنی رحمت سے اسکو دور کر،) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛: 《مَهْ كَلَّا اِنَّهُ يَدْعُوْ إِلَى الصَّلَوٰةِ: چھوڑ دو، حقًّا(یقینا) وہ نماز کی طرف بلاتا ہے》 ۔؛{حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے، اور انکے رُوات سوائے عباد بن منصور کے پورے صحیح(حدیث) کے رواۃ ہیں۔}

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، تبھی ایک شخص کو بُرْغُوث(پسو) نے کاٹا، سو اس نے اسکو گالی دی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛: 《لَا تَلْعَنْهَا فَإِنَّهَا نَبَّهَتْ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَآءِ لِلصَّلَوٰةِ: تم اسکو گالی نہ دو، اسلیے کہ اس نے انبیآء میں ایک نبی کو نماز کیلیے بیدار کیا تھا》 ۔؛ {حدیث کو ابویعلی نے روایت کی ہے، اور الفاظ انہی کے ہیں، اور بزار نے، مگر انہوں نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ کہے ہیں ؛:

《لاتسبه، فانه ایقظ نبیا من الانبیآء لصلوۃ الصبح: تم اُسے گالی نہ دو، کہ بیشک اس نے انبیاء میں سے کسی نبی کو نمازِ صبح کیلیے بیدار کیا تھا》 ۔* اور اسکے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، سوائے سوید بن ابراہیم کے، اور طبرانی نے اسکو اوسط میں روایت کیا ہے، اور انکے الفاظ یہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پسّوؤں کا ذکر کیا گیا تو آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا *: 《اِنَّهَا تُوْقِظُ لِلصلوۃِ: کہ وہ نماز کیلیے بیدار کرتا ہے》 ۔* اور طبرانی کے رواۃ ثقات ہیں، سوائے سعید بن بشیر کے۔

(5) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے، کہتے ہیں: ہم نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا، پس پسوؤں نے ہمیں ستایا،(پریشان کیا،) تو ہم نے انہیں کوسا، (گالی دی،) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا *: 《لَاتَسُبُّوْهَا فَنِعْمَتِ الدَّآبَّةُ، فَاِنَّهَا اَيْقَظَتْكُم لِذِكْرِ اللّٰهِ : انہیں گالی نہ دو، بڑا اچھا جانور ہے، اسلیے کہ وہ تمہیں اللہ کو یاد کرنے کیلیے جگاتا ہے》 ۔* { طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں روایت کیا ہے۔}

۱۶ محرم اللہ الحرام، ۱۴۴۲ء

بہ موافق ۴ ستمبر ۲۰۲۰

وہ ہمارے آباء و اجداد ہی تھے

بقلم :- ڈاکٹرارشد قاسمی

ہمارا مقصد اس پیغام کو یاد دلانا ہے جو چودہ سو سال قبل فاران کی چوٹیوں سے سنایا گیا تھا جس نے تیئس سال کے قلیل عرصہ میں پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا

ایسا انقلاب جس نے گم گشتہ راہوں کو راہنما اور مقصدِ تخلیق سے غافل انسانوں کو خالقِ حقیقی کا شناسا بنادیا۔وہ آسمانی مخلوق نہیں تھے وہ ہمارے آباؤ اجداد ہی تھے انکا جسم بھی گوشت پوست سے بنا تھا انکے سینوں میں بھی دھڑکتے ہوئے دل تھے انکی بھی اپنی خواہشات تھیں انفرادی مشکلات و اجتماعی حالات سے وہ بھی نبرد آزما تھے لیکن ہماری طرح انھوں نے اپنی زندگی کو ہی مقصدِ حیات نہیں بنایا تھا

بلکہ انکا ہر ہر عمل انکی زندگی کا ہر ہر لمحہ دینِ اسلام کی اشاعت کے لئے وقف تھا وہ راتوں کو آہِ سحر گاہی سے روحانی تقویت حاصل کرتے اور دن میں اس عظیم پیغام کی ترسیل کرتے تھے وہ خدا و رسول کی محبت سے اس

قدر سرشار تھے کہ دنیا کی ساری دولتیں ،سارے مناصب انکے لئے ہیچ تھے انکے حوصلوں کی چٹانوں پر طوفان سر پٹختے اور مایوس ہوتے تھے چمکتی ہوئی تیز تلواریں انکی ٹوٹی ہوئی برچھیوں سے شکست کھاجاتی تھیں انکے پیوند زدہ کپڑے ریشم و کمخواب پر حقارت کے شعلے الٹ دیتے تھے شاہی محلات کی دبیز قالین انکے جوتوں سے کرید دی جاتی تھیں۔وہ جدھر بھی گئے کامیابیاں انکی ھمرکاب رہیں۔ انھوں نے ہواوں کا رخ پھیر دیا۔ درندوں نے انکی اطاعت قبول کی ۔

ہم انھیں عظیم باپوں کی اولاد ہیں بلکہ انکے مشن کا حصہ ہیں ۔

کیا بھول گئے؟؟؟

بقلم :- مولانا منصور احمد جونپوری

ابھی کل ہی کی تو بات ہے شہریتی ترمیمی بل کی مخالفت میں پورا ملک **شاہین باغ** بنا تھا، ہر انصاف پسند سراپا احتجاج نظر آ رہا تھا، مرد حضرات خوفزدہ نظر آرہے تھے تو پردہ نشین عورتوں نے اس سیاہ بل کے خلاف دھرنا پردرشن کیا تھا۔جس پر بہت سے جبال العلم (جائز و ناجائز کی پرواہ کئے بغیر) ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے رقت آمیز دعاؤں سے نوازا تھا؟؟؟

کیاوہ حالات اس قابل تھے کہ انھیں کوئی عقل و ہوش والا فراموش کرسکتا ہے؟؟؟

یہ سوال آپ حضرات سے پہلے راقم خود سے کئ بار کرچکا ہے یقین جانئے! دل کے نہاں خانہ سے آواز آئ قطعی نہیں یہ وہ سیاہ قانون ہے جسکی سفاکیت کا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں!!!

یہ تو مالک حقیقی کا کرم و فضل ہوا کہ اس نے کمزوروں کی فغاں سن لی ایک حقیر و خفیف وائرس سے ظالموں کے عزائم پر بریک لگادیدیا جو کچھ وقت کیلئے ہی سہی امن پسندوں نے راحت کے حالات میسر آگئے۔

برسر اقتدارِ پارٹی کے اندر یہ طاقت کہاں سے پیدا ہوئ ؟

اس پر عقل کی باریک نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔
مختصر طور پر بس اتنا عرض ہے کہ برسر اقتدار پارٹی کی مضبوطی اور انکی قوت مذھبی منافرت، فرقہ پرستی کا زہر ہے
ایسا ماحول جب جب سازگار ہوگا فرقہ پرستی کے زہریلے پودے اگیں گے اور تیزی سے اپنی جڑوں ،شاخوں کو پھیلائیں گے، پھر پھر ملک کی صحتمند فضاؤں میں کیا کیا خطرناک تبدیلیاں رونما ہوں گی اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے، جسکی جھلک چند ماہ قبل اہل وطن ملاحظہ کرچکے ہیں۔
اسلئے اپنی مذہبی بنیادوں پر ثابت قدم رہنے کا عزم کرتے ہوئے میدان سیاست میں خدارا مذہبی بنیادوں پر الیکشن کی ڈفلی نہ بجائیں۔
اس ملک میں مذہبی بنیاد پر اقلیتوں کی سیاسی کیھتی فی الحال ثمر آور نہیں ہے اگر کوئ اس خاردار اور بنجر زمین پر غلہ پیدا کرنے کا مدعی ہے یا تو وہ زمینی حقائق سے ناواقف ہے یا خود غرض ہے یا پھر احمق۔
منصور احمد جونپوری

دیار مصلح الامت فتح پور تال نرجا کی زیارت

دوسری اور آخری قسط

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

مسجد کے عین پشت پر خانقاہ کی عمارت ہے'، جو اینٹ اور مٹی کے گارے سے بنی ہے،اس کی تعمیر بھی مسجد ہی کے عہد کی ہے،عمارت دو منزلہ ہے، تین طرف سے چھوٹے چھوٹے پچیس حجرے ہیں، ان کے سامنے وسیع برآمدے،ایک سمت میں اونچی دیوار ہے جس پر دونوں مخالف سمت میں زینے بنے ہوئے ہیں عمارت مقفل تھی مولانا نے ایک صاحب جو شفیع اللہ چچا کے نام سے جانے جاتے ہیں ان سے چابی منگوائی،تالا کھولا، اندر داخل ہونے کی سعادت ہم تمام لوگوں نے حاصل کی، اندر جاکر اس کی طرز تعمیر کو دیکھا تو یقین نہیں آیا کہ اتنی زبردست اور مضبوط عمارت کس طرح اس مرد درویش نے صرف اکیس روز میں مکمل کی ہے، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ شعبان کے مہینے میں صرف اکیس دن کی مدت میں پوری عمارت پایہ تکمیل کو پہونچ گئی تھی، پوری عمارت دستبرد زمانہ اور کسی دردمند اور اہل شوق کی راہ تکتے تکتے بوسیدہ ہوچکی ہے، اس کے درودیوار اہل خانہ مصلح الامت کی بے اعتنائی کا شکوہ کررہی ہیں، فرش بارش کی وجہ سے بالکل ناہموار ہوچکاہے چھت سے مسلسل پانی کے ٹپکنے کی وجہ سے جگہ جگہ گڈھے ہوچکے ہیں، چھتوں پر کائی سی جم گئی ہے،

* شیخوپور اعظم گڈھ

اکثر دروازے ٹوٹ چکے ہیں، اس قدر عظیم عمارت اور اتنی مقدس یادگار اس طرح بے یارومددگار پڑی ہے'اور کھنڈر کی صورت اختیار کررہی ہے'جیسے کوئی اسلامی عمارت کسی متعصب حکومت کی دسترس میں،

یہ پوری خانقاہ حضرت مصلح الامت کے گھرانے کی ملکیت ہے'گاؤں کے اہل نظر اور اہل دل کا اس پر کوئی حق باقی نہیں رکھا گیا ہے، کچھ عرصہ قبل ایک عالم دین نے اس کی مرمت کرائی تھی ،مگر پھر انہیں سختی سے منع کردیا گیا، جانشین خانقاہ تو الہ آباد رہتے ہیں انہیں نہ یہاں آنے کی فرصت ہے'اور نہ ہی یہ گوارا کہ کسی اور کے ذریعے اس مسجد وخانقاہ کی مرمت وصفائی ہو، اس میں مصلحت کیا ہے'وہی جانیں، مگر اس بے اعتنائی اور بیزاری کی وجہ سے ملت کا ایک سرمایہ بری طرح سے تباہی کے دہانے پر ہے،

اور عین ممکن ہے'کہ قریب کے غیر مسلم لوگوں کا اس پر قبضہ ہوجائے، یہ نظریہ اب تک سمجھ میں نہیں آسکا کہ ایک قومی اور ملی چیز کس بنیاد پر گذری ہوئی شخصیت کے خاندان کی ملکیت قیامت تک کے ثابت ہوجاتی ہے۔

یہاں سے حسرتوں کے ہجوم اور ارمانوں کے جنازے کے ساتھ ہم آگے بڑھے، مسجد کے صدر دروازے کے بعد ہی اس کے سامنے کی سمت میں مولانا قاری ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ ابن مولانا عبدالقیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکان ہے'،بالکل نئے طرز اور جدید وضع کا، اسی راستے پر سو میٹر تقریباً ہم آگے بڑھے، تو ایک قدیم وضع

وسیع مکان ہمارے سامنے تھا،مولانا نے بتایا کہ یہ حضرت شاہ صاحب کا مکان ہے'، دیکھ کر طبیعت افسردہ ہو گئی، مکان مقفل تھا سامنے کشادہ لان،اس کے بغل میں باہری کمرے، کھڑکیوں اور دروازوں کے اوپر خوبصورت نوابی طرز کی وجیہ ڈیزائن، یہ مکان بھی بالکل بوسیدہ ہوچکا ہے'،باہر دالان میں بارش کا پانی بھرا ہوا تھا، گھر کی ساخت و ہیئت، وجیہہ وضع اور اس کی مضبوطی جہاں عظمت رفتہ کی داستان سنارہی تھی وہیں اس کی کہنگی،بام ودر کی شکستگی بے بسی کا نوحہ بھی پڑھ رہی تھی، اس کے تقدس اور اس کی تاریخی عظمت کا تقاضا تھا کہ اس پر خاص توجہ دی جاتی،اور اسے کوئی علمی،وتحقیقی اکیڈمی یا دینی درسگاہ کی شکل دے کر اس کے تحفظ کا سامان کیا جاتا،مگر یہ چیز تو زندہ قوموں کا حصہ ہے'اور یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ اپنی مخصوص حکومت اگر باقی ہے تو پھر کسی اور چیز کی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔

علم ومعرفت کے اس ویران میخانے کے مشاہدے کے بعد ہم اس بستی کی پشت پر واقع جھیل کے ساحل کی طرف نکل گئے،کئی کلومیٹر پر مشتمل یہ جھیل تال نرجا کے نام سے مشہور ہے' اس کے ساحل پر کھڑے ہونے کے بعد سمندر کا منظر محسوس ہوتا ہے'، تاحد نگاہ پانی ہی پانی،اور اس کی بے تاب مچلتی ہوئی لہریں۔

لیکن یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ ساحلوں کی پوری پٹی غیر مسلم ملاحوں سے آباد ہے'، اور حیرت انگیز امر یہ ہے'کہ کسی زمانے میں یہاں کے مسلمانوں نے ہی اپنی زمینوں پر انہیں بسایا تھا آج کچھ ان کی افزائش نسل میں تیز رفتاری اور کچھ

یہودیوں کی طرح منصوبہ طریقے سے ان کی کثرت سے یہاں آمد اور آبادیوں نے ان کی تعداد کو اس قدر بڑھایا کہ اس وقت وہ اکثریت اور مسلمانوں کی اصل آبادی اقلیت میں ہوگئی، اب سماجی ،سیاسی اور معاشی ،ہر لحاظ سے وہ مضبوط ہوچکے ہیں، جھیل میں مچھلیوں کے شکار کے علاوہ تال مکھانہ اور دوسری بحری اشیاء کثرت سے ہوتی ہیں اور ٹرانسپورٹ ہوتی ہے'اس کی کاشت کی اجازت صرف ملاحوں کو ہے'مسلمانوں کو نہیں، اب وہ انہیں کی زمینوں پر قابض ہوکر اپنی معاشی حالت مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جارہے ہیں،یہ داستان سن کر دل کی وادیوں میں حسرتوں کے سائے پھیل گئے ، زبان پر تلک الایام نداولہا کی آیت بے ساختہ آگئی، کہ کل کے مزدور آج کے آقا اور مالک ہیں،

ساحل پر کشادہ روڈ ہے'دونوں طرف ملاحوں کے مکانات دور تک پھیلے ہوئے ہیں مولانا قاسمی کی رہنمائی میں چار سو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم جھیل ہی کی سمت میں اندر تک گئے یہاں ایک مندر ہے'مولانا نے بتایا کہ کبھی یہاں مسجد ہوا کرتی تھی ان غیر مسلموں نے اسے توڑ کر مندر بنا لیا ہے'ایک نیم عریاں سادھو اس وقت اس میں پوجا پاٹ کررہا تھا،اس واقعہ سے دل بہت متاثر ہوا، اسی مندر کے آگے ایک کھیت میں شاہ صاحب کی کٹیا تھی اس میں کچھ عرصہ تک اس میں آپ نے قیام فرمایا تھا اب اس کا نام ونشان نہیں ہے،

اس پر فضا مقام پر بہت دیر تک کھڑے ایک طرف چشم تصور سے مندر کو مسجد کی

صورت میں دیکھتے رہے اور دوسری طرف جھیل کے جاں فزا منظر کا نظارہ کرتے رہے،اس کے بعد بستی کے درمیان سے گذرتے ہوئے ہم واپس مدرسہ آئے بھوک بہت تیز لگی تھی آتے ہی فورا مولانا نے دسترخوان لگایا اور خوب سیر ہوکر ناشتہ ہوا ساڑھے آٹھ بج چکے تھے،اس لئے رخصت کی اجازت لی گئی آتے وقت مولانا قاسمی نے اپنی تازہ تصنیف مختصر سوانح مصلح الامت،تمام رفقاء کو عنایت کی،مدرسہ کے اساتذہ مولانا نعیم مولانا انعام ،ماسٹر صاحب وغیرہ مولانا قاسمی کے ساتھ گیٹ کے باہر رخصت کے لئے تشریف لائے،ان حضرات سے مصافحہ کرکے ان کے اخلاق و کردار کی عظمت لے کر گھر کی طرف روانہ ہوگئے

راستے میں اشرف پور میں مولانا عادل قاسمی کے رفیق درس مولانا طارق قاسمی کے یہاں ساڑھے دس بجے پہونچے ، یہاں انہوں نے کھانے کا انتظام کرر کھا تھا،چنانچہ کھانا کھا کر ان سے رخصت لی اور تھوڑی دیر بعد اپنے اہل خانہ کے درمیان پہونچ گئے۔

پہلی قسط

مصارف زکوٰۃ

بقلم :- مولانا ولی اللہ مجید قاسمی۔

اسلامی تعلیمات وہدایات کی وسعت وہمہ گیری کو سمیٹا جائے تو محض دو لفظوں سے عبارت ہے، اللہ کی بندگی اور بندگانِ خدا کی مدد، نماز رب کی بندگی کی ایک اہم علامت اور خالق ومالک سے تعلق و قربت کا سامان ہے تو زکات انسانوں سے تعلق،اعانت اور ان کے دکھ درد میں شرکت کا روشن عنوان ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اکثر جگہوں پر نماز اور زکات کا تذکرہ ایک ساتھ کیا گیا ہے۔

زکات اسلام کا ایک اہم رکن،عبادت اور دینی فریضہ ہے، زکات نام ہے اس حق کا جو صاحب ثروت کی دولت میں نادار ومحتاج کا ہے، صاحب حق ہی کو یہ حق ملنا چاہیۓ،حقدار کو محروم کرنا اور غلط جگہوں پر خرچ کرنا بڑا ظلم ہے اس سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوگا اس لئے قرآن حکیم نے بڑی وضاحت کے ساتھ مصارف زکات کا تذکرہ کیا ہے تاکہ بیجا استعمال پر بند لگایا جاسکے اور غیر مستحقین کی حریصانہ نگاہیں اس مال کی طرف نہ اٹھیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

منهم من يلمزك في الصدقات فان اعطو منها رضوا وان لم يعطوا منها

اذاہم یسخطون ولو انھم رضوا ما اٰتاہم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون۔ انما الصدقات للفقراؤالمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (1)

منافقین میں کچھ ایسے ہیں جو تقسیم صدقات کے بارے میں تم پر الزام لگاتے ہیں، اگر اس میں سے انہیں بھی مل جائے تو خوش رہتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں، حالانکہ اللہ اور اس کے رسول نے جو انھیں دیا ہے اس پر اگر وہ راضی رہتے تو اور کہتے کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے، اللہ اپنے فضل سے ہمیں نوازے گا،اور اس کا رسول بھی عطا کرے گا، اور ہمیں تو بس اللہ کی طرف رغبت اوراسی کی طلب ہے(تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا) خیرات تو بس فقیروں، مسکینوں،زکات کے لئے کام کرنے والوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جن کی دلجوئی مقصود ہو، نیز گردنوں کو چھڑانے اور قرض داروں کے قرض کی ادائیگی،اللہ کے راستے میں(جہاد کرنے والوں) اور مسافر کے لئے ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ ہے اور اللہ بڑا علم وحکمت والا ہے۔

قرآن میں زکات کی ادائیگی کا حکم محض اجمالی طور پر دیا گیا ہے اور اس سے متعلق تفصیلات سے قطع نظر کیا گیاہے لیکن مصرف زکات کی پوری تفصیل دی گئی ہے، اس

کی حکمت یہ ہے کہ ہر مذہب اور معاشرہ میں صدقہ وخیرات کا تصور پایا جاتاہے، داد ودہش کا رجحان ہر سماج میں ملتاہے،ہر حکومت فلاح وبہبود کے نام پر اور غربت وافلاس دور کرنے کے لئے صاحب استطاعت شہریوں سے کچھ وصول کرتی ہے لیکن یہ بھی ہوتا آیاہے کہ غریبوں اور حاجت مندوں کے نام پر جمع ہونے والی دولت کا بڑا کم حصہ حقداروں تک پہونچ پاتاہے، اس دولت سے حکومت کے اہل کار اور قریبی لوگ ہی زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں،سلاطین وحکمراں اپنی عیش کوشی اور عشرت سامانی پر خرچ کرتے ہیں اور غیر مستحقین اس مال کے لئے کوشاں رہتے ہیں، اس بے راہ روی پر روک لگانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مصارف زکات اور مدات خرچ کو متعین کردیا، اور حدیث میں ناحق وصول کرنے والوں کے لئے ایسی وعیدیں بیان کی گئیں اور زکات کے لئے ایسی تعبیر اختیار کی گئی کہ اسے لیتے ہوئے کراہیت اور ہتک شان محسوس ہو،تاکہ اس طرح سے حقداروں کا حق محفوظ رہے۔

آئندہ صفحات میں مصارف زکات سے متعلق قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں کچھ تفصیلات اور وضاحتیں ذکر کی جائیں گی۔

فقیر اور مسکین

مصارف زکات میں سب سے پہلے فقراء اور مساکین کا تذکرہ کیا گیا ہے،جو اس بات کے لئے دلیل ہے کہ قرآن کی نگاہ میں سب سے اہم مصرف یہی ہے،یہی لوگ

اولین حقدار ہیں،نوع انسانی کی محتاجی، مسکینی اور غربت کو دور کرنا،ان کو مفلسی اور بدحالی کے دلدل سے نکالنا اور حاجت مندوں کی ضروریات کی تکمیل،اور گداگری کے دروازے کو بند کرنا ہی زکات کا بنیادی مقصد ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض احادیث میں زکات کا مصرف صرف فقراء کو بیان کیا گیا ہے۔

فقیر ومسکین ہم معنیٰ ہے یا ان میں باہم کوئی فرق ہے؟ اس سلسلہ میں امام ابویوسف اور ابن قاسم مالکی کا خیال ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے(2) اس کے برعکس جمہور فقہاء فرق کے قائل ہیں،لیکن فرق کی حدبندی میں ان کے درمیان اختلاف ہے،حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ مال وجائداد ہو لیکن اس سے اس کی ضرورت پوری نہ ہوتی ہو، اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، گویا کہ مسکین فقیر سے زیادہ بدحال اور ضرورت مند ہے اس کے برخلاف حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک فقیر مسکین سے زیادہ بدحال اور حاجت مند ہے(3)یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ فقیر کا تذکرہ پہلے کرنا بظاہر دلیل ہے کہ فقیر مسکین سے زیادہ حاجت مند اور حقدار ہے، نیز قرآن کی دیگر آیات میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بے سروسامانی کی حالت میں مصر سے مدین پہونچنے کے بعد کہا تھا:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔

پروردگار! جو نعمت بھی آپ مجھے بھیج دیں میں اس کا ضرورت مند ہوں(4)

دوسری جگہ کہا گیا ہے

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِيْ الْبَحْرِ۔

کشتی چند مسکینوں کی ملکیت تھی جو سمندر میں کام کیا کرتے تھے۔(5)

معلوم ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھوک مٹانے کے لئے کچھ نہ تھا تو انھوں نے اپنے آپ کو فقیر کہا، اور دوسری آیت میں مساکین کشتی کے مالک تھے اور اس سے روزگار حاصل کرتے تھے لیکن اس سے اتنی آمدنی نہیں ہوتی تھی جس سے ان کی ضرورت پوری ہوجائے، اس لئے ان کو مسکین کہا گیا،اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقیر وہ کہلائے گا جس کے پاس زندگی گزارنے کے لئے کچھ نہ ہو، اور مسکین وہ ہے جو کسی قدر مال کا مالک ہو لیکن اس سے اس کی ضرورت کی تکمیل نہ ہوتی ہو۔ چونکہ اس اختلاف کی وجہ سے مسائل زکات پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتاہے، اس لئے اس سے متعلق دیگر تفصیلات کو نظرانداز کرتے ہوئے اس مصرف سے متعلق ایک اہم اور بنیادی مسئلہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں اور وہ ہے فقر ومسکنت کا معیار، فقہاء حنفیہ کے نزدیک جس شخص کے پاس نصابِ زکات سے کم مال ہو یا نصاب کے بقدر اموال زکات کے علاوہ دیگر مال کا مالک ہو لیکن وہ اس کی ضروریات زندگی سے فاضل نہ ہو وہ فقیر ومسکین سمجھا جائے گا اور اس کے لئے زکات درست ہے، اس معیار کے مطابق یہ لوگ زکات کے حقدار ہوں گے

(الف) جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو

(ب) جو شخص زمین وجائداد، گھر بار، سازوسامان، یہاں تک کہ غلام اور سواری کا مالک ہے، لیکن ان چیزوں کی اسے ضرورت ہے، ضروریات زندگی سے زائد اور فاضل نہیں ہے، چنانچہ فتاویٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی کے پاس دوکان اور مکانات ہوں جسے اس نے کرایہ پر اٹھا رکھا ہے لیکن اس کا کرایہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے تو وہ فقیر ہے، اسے زکات لینی جائز ہے، ایسے ہی امام محمد سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی کے پاس کھیتی، کرایہ کی دوکان اور مکانات ہوں جن سے تین ہزار کی آمدنی ہو لیکن پورے سال کی ضروریات کے کافی نہ ہوتا ہو تو کیا اس کے لئے زکات درست ہے، تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں! گرچہ اس کی قیمت ہزاروں کو پہونچ جائے، اور حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ صحابہ ایسے لوگوں کو بھی زکات کی رقم دیا کرتے تھے جو دس ہزار درہم کی مالیت کے بقدر گھوڑا، ہتھیار، نوکر چاکر اور گھر کے مالک ہوا کرتے تھے(6)

(ج) جو دوسو درہم سے کم چاندی، بیس مثقال سے کم سونا اور مطلوبہ تعداد سے کم مویشی اور سامانِ تجارت کا مالک ہو۔

امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک فقر ومسکنت کا معیار حاجت اور ضرورت ہے، لہٰذا اگر کسی کی ضروریات زندگی مہیا نہ ہوتی ہو وہ فقیر ہے، خواہ وہ کتنے ہی نصاب زکات کا مالک کیوں نہ ہو، مثلاً کسی کے پاس مطلوبہ معیار کے مطابق سامان تجارت ہے لیکن کساد بازاری یا کثرت اولاد کی وجہ سے اس دوکان کی آمدنی سے اس

کی ضروریات کی تکمیل نہ ہوتی ہو وہ فقیر ہی سمجھا جائے گا اور اس کے لئے زکات درست ہے،اور اگر اس کی ضروریات کی تکمیل ہوجاتی ہے تو وہ مالدار ہے گرچہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو،اس معیار کے مطابق درج ذیل قسم کے لوگ زکاتکے حقدار ہوں گے۔

(الف) جس کے پاس کچھ مال نہ ہو،اور نہ ہی کوئی حلال اور مناسب کام ملتاہو۔

(ب) کچھ مال اس کے پاس موجود ہے،یا کسی حلال مناسب کام پر لگا ہوا ہے لیکن وہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو، مثلاً اسے ضرورت ہو روزانہ دس روپے کی لیکن وہ پانچ روپے سے کم ہی حاصل کرپاتا ہو،یہ دونوں قسمیں فقیر کے ذیل میں آتی ہیں۔

(ج) اتنا مال ہو جس سے اس کی اور اس کے اہل وعیال کی حاجت کی کفایت ہوسکتی ہے لیکن اس کی تکمیل نہیں ہوسکتی ہے یعنی اس سے اس کی مکمل ضرورت پوری نہ ہوتی ہو، جیسے دس روپے کی جگہ پانچ یا آٹھ روپے حاصل کرپاتا ہو۔

واضح رہے کہ گھر بار، زمین جائداد،لباس وپوشاک عورتوں کے زیورات اور علمی کتابوں کا ہونا فقر ومسکنت کے لئے مانع نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ فقیر ومسکین سمجھا جائے گا اگر اسے ان کی ضرورت ہو اور ان کے ذریعہ اس کی ضروریات زندگی پوری نہ ہوتی ہو۔(7)

حاصل یہ ہے کہ حنفیہ اموال زکات اور غیر اموال زکات میں فرق کے قائل ہیں کہ

اگر اموال زکات کسی کے پاس سال بھر تک موجود ہے تو گو وہ ضرورت مند اور محتاج ہو وہ غنی سمجھا جائے گا اور اسے زکات لینی درست نہیں ہوگی، اور اگر اموال زکات کے علاوہ دیگر مال ودولت کا مالک ہے لیکن وہ اس کی ضرورت سے زائد اور فاضل نہیں ہے تو وہ فقیر ہے خواہ اس کی مالیت کتنی ہی کیوں نہ ہو، اس کے برخلاف دیگر ائمہ اس فرق کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ بہرصورت فقر وحاجت کو معیار مانتے ہیں کہ مال زکات کا نصاب کے بقدر مالک ہونے کے باوجود اگر وہ ضرورت مند ہے تو وہ فقیر ہے، ان کے دلائل یہ ہیں

1۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیصہ بن مخارق نامی صحابی کو مخاطب کرکے کہا

لا تحل المسألة الا لاحد ثلاثة رجل اصابته فاقة فحلت له المسئلة حتی يصيب قواما من عيش اوسداد من عيش۔ رواه المسلم

مانگنا صرف تین شخصوں کے لئے حلال ہے، ایک وہ آدمی جو فاقہ میں ہو تو اس کے لئے مانگنا حلال ہوجاتاہے یہانتک کہ وہ گذارے کے بقدر حاصل کرلے۔

اس حدیث میں اس وقت تک سوال کو جائز قرار دیا گیاہے جب تک کہ گذارے کے بقدر مال اس کے پاس موجود نہ ہو، اور اگر گذارے کے بقدر مال حاصل کرلیتاہے تو اس کے لئے سوال جائز نہیں ہے،جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتاہے۔

2۔ فقر ومسکنت حاجت وضرورت ہی کا دوسرا نام ہے چنانچہ قرآن میں کہا گیا ہے:

يَآَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ۔

لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو (8)

لہٰذا جو بھی ضرورت مند ہو وہ فقیر اور مسکین کے دائرہ میں آئے گا خواہ اس کے پاس اموال زکات ہوں یا اموال غیر زکات اور اگر محتاج نہ ہو تو وہ اس دائرے سے خارج ہے چاہے وہ کسی بھی طرح کے مال کا مالک ہو کیونکہ دفع حاجت کے لیے مال زکات اور غیر مال زکات میں کوئی فرق نہیں ہے۔(9)

حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں انسانوں کو دو گروپ میں تقسیم کیا گیا ہے مالدار اور فقیر، چنانچہ حضرت معاذ کو زکات کے متعلق بتاتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ

اعلمھم ان علیھم صدقۃ توخذ من اغنیاء ھم فترد فی فقراء ھم (10)

انھیں بتاؤ کہ ان کے اوپر زکات فرض ہے، جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقیروں کو دیا جائے گا۔

مالدار پر زکات کو فرض کیا گیا ہے اور اس کے لئے ایک نصاب متعین ہے لہٰذا جس کے پاس اس نصاب کے بقدر مال ہو وہ مالدار ہے اور اس پر زکات فرض ہے اور جس کے پاس مطلوبہ مقدار کے مطابق مال زکات نہ ہو وہ مالدار نہیں ہے لہٰذا وہ فقیروں کے زمرے میں آجائے گا اور اس کے لئے زکات درست ہے۔(11)

اس سے متعلق بعض باتیں شرائط استحقاق زکات کے ذیل میں آئیں گی۔

عاملین زکات

زکات وصدقات کی وصول اور تقسیم، امیر المؤمنین کے فرائض میں سے ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی حکمراں بذات خود یہ تمام کام انجام نہیں دے سکتا ہے بلکہ اسے دوسروں سے مدد لینے کی ضرورت ہوگی، انھیں مددگاروں کو عاملین زکات کہا جاتا ہے(12) نظام زکات میں ان کی حیثیت ایک ناگزیر عامل کی ہوتی ہے اس لئے اس کا تذکرہ دوسرے ہی نمبر پر کیا گیا ہے، چونکہ زکات کے جمع وتقسیم میں یہ اپنا وقت لگاتے ہیں اس لئے مال زکات ہی سے ان کی کفالت کی جاتی ہے،اور مالدار ہونے کے باوجود اس رقم سے ان کے لئے لینا درست ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو جمع وتقسیم کے نظام کو باقی رکھنا دشوار ہوجائے گا۔

عاملین زکات کے مفہوم میں وہ تمام لوگ آتے ہیں جو اصول زکات کے ادارے سے متعلق ہیں، زکات کے اہتمام اور انتظام سے متعلق چھوٹے بڑے تمام کارکنوں کو اس مد سے تنخواہ دی جائے گی،چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

زکات کی اس مد سے محاسب، منشی،مالداروں کو اکٹھا کرنے والے،خزانچی، نگراں،چرواہے اور اس جیسے دیگر لوگوں کو دیا جائے گا،یہ تمام عاملین زکات میں شمار ہوں گے۔(13)

یہی بات امام نووی اور قرطبی نے بھی لکھی ہے۔(14)

یہ عاملین زکات ایسے ہوں کہ انھیں نظام زکات سے متعلق مطلوبہ معلومات حاصل

ہوں، چونکہ یہ خالص اسلامی ادارہ ہے اس لئے اس سے متعلق عملہ کا مسلمان ہونا ضروری ہے،جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے، البتہ امام احمد بن حنبل سے ایک قول یہ منقول ہے کہ کافر کو بھی عامل زکات بنایا جاسکتاہے کیونکہ قرآن میں اس کے لئے عام لفظ استعمال کیا گیا ہے جس میں مسلمان اور کافر دونوں شامل ہیں، اور اس لئے بھی کہ عامل ایک طرح سے مزدور ہوا کرتاہے اور اس کو اس کام کی اجرت دی جاتی ہے، لہٰذا جس طرح سے دیگر معاملات میں کافر مزدور کو رکھا جاسکتاہے اسی طرح یہاں بھی اس کام کے لئے کسی کافر کو متعین کرسکتے ہیں۔ ان کی دلیل میں جو کمزوری ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، کیونکہ قرآن میں تمام مصارف کے لئے عام لفظ استعمال کیا گیا ہے،تو اس کو دلیل بناکر کہا جاسکتا ہے کہ کافر فقیر ومسکین ،مسافر،مقروض وغیرہ کو بھی زکات کی رقم دی جاسکتی ہے؟ نیز عامل کو دی جانے والی رقم اجرت نہیں ہے بلکہ بطور کفالت ہے، اس لئے اسے مزدور پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ امام احمد کی دوسری روایت جمہور کے موافق ہے اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ عامل کو مسلمانوں پر ولایت حاصل ہوتی ہے اور کوئی کافر مسلمان کا والی نہیں ہوسکتاہے، نیز عامل کے لئے امانت دار ہونا شرط ہے اور کفر امانت داری کے منافی ہے،چنانچہ حضرت عمر کا فرمان ہے کہ

لا تأتمنوہم وقد خونہم اللہ۔

انھیں امانت دار مت سمجھو کیونکہ اللہ نے انھیں خیانت دار کہا ہے۔

ایسے ہی حضرت موسیٰ اشعری نے جب ایک نصرانی کو اپنا سکریٹری بنایا تو حضرت عمر نے ان پر نکیر فرمائی تو زکات کا معاملہ اس سے زیادہ اہم ہے کہ وہ ایک رکن اسلام ہے لہٰذا یہاں بدرجہ اولیٰ کسی کافر کو عامل وغیرہ بنانا درست نہیں۔

عامل کے لئے عاقل وبالغ اور دیانت دار ہونا بھی شرط ہے(15) ایسے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا تعلق آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو، حنفیہ اور شافعیہ کا یہی مذہب ہے، بعض حنبلی علماء بھی اسی کے قائل ہیں، اور علامہ ابن قدامہ نے اسی کو ترجیح دیا ہے،اس کے بر خلاف بعض شافعی اور حنبلی فقہاء کی رائے ہے کہ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور عامل زکات میں سے لینا جائز ہے (16) ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ عمل کی اجرت ہے،لہٰذا جس طرح سے مالدار عامل کے لئے اس مد سے لینا درست ہے ایسے ہی آل نبی ﷺ کے لئے بھی بحیثیت عامل اس مد سے اجرت لینا جائز ہے، حنفیہ وغیرہ کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ فضل بن عباس اور مطلب بن ربیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تاکہ انھیں وصولی صدقہ کے لئے متعین کردیں، انھوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ! جئناک لتؤمرنا علی ہذہ الصدقات فنصیب ما یصیب الناس من المنفعۃ ونودی الیک ما یودی الناس فقال ان الصدقۃ لا تنبغی لمحمد ولا لآل محمد انما ہی اوساخ الناس۔ مختصرا لاحمد ومسلم وفی لفظ لہما لا یحل لمحمد ولا لآل محمد (17)

یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس یہ مقصد لے کر آئے ہیں کہ آپ ہمیں وصولی صدقات کے لئے مامور کردیں تاکہ دوسرے لوگ جو اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں وہ ہم بھی حاصل کریں اور جو وہ لاکر دیتے ہیں ہم بھی لاکر دیں گے، یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد اور آل محمد کے لئے صدقہ مناسب نہیں ہے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ محمد اور آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں، یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو عامل زکات بناکر کسی جگہ بھیجا تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو تاکہ تم بھی کچھ حاصل کرلو، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر میں نہیں جاسکتا ہوں، لہٰذا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الصدقة لا یحل لنا وان موالی القوم من انفسهم۔

ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے اور کسی قوم کے غلام انھیں میں شمار ہوتے ہیں (18)

یہ احادیث اپنے موضوع سے متعلق صریح بھی ہیں اور صحیح بھی لہٰذا قیاس کے مقابلہ میں لائق ترجیح ہیں. آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور عامل دوسرے مدسے اجرت دی جائے تو یہ بالاتفاق جائز اور درست ہے (19) مال زکات عامل کے قبضہ سے ہلاک

ہو جائے تو وہ اس کی اجرت سے محروم رہے گا، البتہ زکات ادا کرنے والے بری الذمہ ہو جائیں گے، کیونکہ عامل کی حیثیت فقراء وغیرہ کی طرف سے نائب اور وکیل کی ہوتی ہے، اس لئے عامل کے قبضہ کرتے ہی زکات دینے والوں کی زکات ادا ہو جاتی ہے(20) اگر کوئی شخص خود ہی اپنے مال کی زکات بیت المال کے حوالے کر جائے تو وہ اجرت کا حقدار نہ ہو گا۔(21)

حواشی:

(1)سورہ توبہ /60

(2)رد المحتار 3/284، حاشية الدسوقی 1/492

(3)الدر المختار مع رد المحتار 3/284، المجموع 6/197، الفقه الاسلامی وادلته 2/869، المغنی 9/306مسئله 1086 (4)سورہ قصص/ 24 (5)سورہ کهف /79

(6)بدائع الصنائع 2/158۔159، رد المحتار 3/296

(7)المجموع 6/190۔197، نهاية المحتاج 6/151۔153

(8)سورہ فاطر /15

(9)المغنی 4/119۔122(10)رواہ الجماعة، نيل الاوطار

4/114(11)البدائع 2/159(12)البدائع 2/151

(13)المغنی 4/108مسئلہ 427، حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی یہ منقول ہے، دیکھئے نیل الاوطار 4/169، باب الصرف فی سبیل اللہ وابن السبیل (14)المجموع 6/188، الجامع لاحکام القرآن 8/178

(15)المغنی 9/313، باب قسمة الفئی والغنیمة والصدقة مسئلہ 1087

(16)المغنی 4/112، البدائع 2/151، فتح القدیر 2/204، المجموع 6/167

(17)ناوطار 4/164ن

(18)رواہ الخمسة الا ابن ماجة، وصححہ الترمذی وابن خزیمة وابن حبان، نیل الاوطار 4/174 (19)المجموع 6/168، رد المحتار 3/285،

حضرت علیؓ کو آپ ﷺ نے عامل زکات بناکر بھیجا تھا، مذکورہ احادیث کی وجہ سے کہا جائے گا کہ انھیں سے کسی دوسرے مد سے اجرت دی جاتی تھی۔ دیکھئے البدائع 2/152 (20) الھندیة 1/188، البحر 2/241(21)الھندیة 1/188

کامیاب تجارت کے چند اصول و ضابطے

بقلم :- مولانا صابر القاسمی،

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"رجال لا تلهيهم تجارة و لا بيع عن ذكر الله و اقام الصلاة و ايتاء الزكاة يخافون يوماً تتقلب فيه القلوب والابصار"

ترجمہ: "وہ مرد کہ غافل نہیں ہوتے سودا کرنے میں اور بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں"_________(النور ۳۷)

معاش کے دھندے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے اگر وہ اللہ کی یاد اور احکام الٰہیہ کی بجاآوری سے غافل کر دیں تو انہیں کسی بھی صورت میں نفع بخش کاروبار نہیں کہا جاسکتا، بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید وفروخت کوئی چیز بھی صحابہ کرام کو یادخدا اور دین کے تقاضوں کو پورا کرنے سے نہیں روکتی تھی، جو تجارت صحابہ کرام کی تجارت کی شان لئے ہوئے ہوگی، ان کے نقش قدم پر ہوگی وہی کامیاب تجارت ہوگی۔ زندگی کے سارے معاملات میں خاص طور سے تجارت میں سچائی اور امانت داری کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے، سچے اور امانت دار تاجروں کے سلسلے میں حدیث

جامعہ فیض عام دیو گاؤں، اعظم گڑھ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ان کا حشر اللہ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہوگا۔

"حضرت ابو سعید رض سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچا امانت دار تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا"۔۔۔(مشکواۃ ص/۲۴۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت میں برکت کی دعا فرمائی ہے اس لئے کاروبار میں صبح سویرے سے ہی مصروف ہو جانا چاہئے تاکہ برکت کا حصول ہو۔

"حضرت صخر غامدی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میری امت کے لئے اس کے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما، صخر ایک تاجر آدمی تھے وہ جب اپنے تاجروں کو بھیجتے تو صبح کے وقت ہی بھیجتے، چنانچہ وہ مالدار ہوگیے اور ان کے مال میں اضافہ ہوگیا"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(مشکواۃ ص/۳۳۹)

عیب کو چھپا کر دھوکہ دے کر سامان بیچنا اسلام میں نہایت ناپسندیدہ ہے، ایسا کرنے والوں کے لئے آپ نے بڑا سخت جملہ فرمایا ہے, من غش فلیس منا۔

„ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزر ہوا، آپ نے اپنا دست مبارک اس میں داخل فرمایا، آپ کی انگلیاں تر ہو گئیں تو آپ نے فرمایا: اے غلے والے! یہ کیا ہے؟ عرض

کیا اے اللہ کے نبی! اسے بارش پہنچ گئی تھی، آپ نے فرمایا:تو نے اسکو غلے کے اوپر کیوں نہیں کردیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ پھر فرمایا: جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں،،__________(مشکواۃ ص/۲۴۸)

تجارت میں ایفائے عہد بڑی اہم چیز ہے لیکن مسلم کاروباریوں سے عام طور پر خریداروں کو وعدہ خلافی کی شکایت رہتی ہے،وہ وقت پر سامان مہیا نہیں کرتے، اپنی بات پر کھرے نہیں اترتے، شرعی اعتبار سے غلط ہونے کے ساتھ ساتھ تجارتی نقطۂ نظر سے بھی یہ چیز کامیابی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے، قرآن کہتا ہے

,, اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا ترجمہ: عہد کو پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں پوچھ ہوگی"________________________(بنی اسرائیل/۳۴)

علامہ شبیر احمد عثمانی رح تفسیری فوائد میں تحریر فرماتے ہیں

,,اس میں سب عہد داخل ہیں خواہ اللہ سے کیے جائیں یا بندوں سے بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں"

(ترجمہ شیخ الہند ص/۳۷۹) صاحب سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایفائے عہد کا ایک واقعہ ابو داؤد کے حوالے سے نقل فرمایا ہے

,, تاجر کے محاسن اخلاق میں سب سے زیادہ نادر مثال ایفائے عہد اور اتمام وعدہ کی

ہو سکتی ہے، لیکن منصب نبوت سے پہلے مکہ کا تاجر امین اس اخلاقی نظیر کا بہترین نمونہ تھا، حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید وفروخت کا کوئی معاملہ کیا تھا، کچھ معاملہ ہوچکا تھا کچھ باقی تھا، میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا، اتفاق سے تین دن تک مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ آیا، تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا لیکن اس خلاف وعدہ سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا، صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں"

(سیرت النبی ج/۱ص/۱۱۷)

کاروباری حضرات خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے اگر درج ذیل امور کا لحاظ کرکے تجارت کریں گے تو انشاءاللہ کامیابی ان کے قدم چومے گی

(۱) تجارت کو احکام الٰہیہ (نماز، روزہ وغیرہ) کی بجاآوری میں بالکل خلل انداز نہ ہونے دیجئے

(۲) سچائی اختیار کیجئے

(۳) صبح سویرے سے ہی اپنے کاروبار میں مشغول ہو جایئے

(۴)اگر سامان میں کوئی عیب ہو تو گاہک کو آگاہ کر دیجئے، اگر دھوکہ سے عیب دار چیز بیچ دی جائے تو یہ وقتی اور عارضی فایدہ بہت بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہو گا،

اس سے گاہک دوبارہ آنے کی ہمت نہیں کرے گا اور دوسروں کو بھی آنے سے روکے گا، تاجر کی شبیہ بھی خراب ہو گی

(۵) ایفائے عہد (وعدہ پورا کرنے) کو لازم پکڑیئے

(۶) وقت کی پابندی کا پورا پورا لحاظ کیجئے

(۷) اچھا مال کم قیمت پر زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کی کوشش کیجئے!اس سے تھوڑا تھوڑا کر کے زیادہ نفع حاصل ہو گا اور گاہکوں کو سستا پر عمدہ مال فراہم ہو گا

(۸) کسی عذر کی وجہ سے اگر وقت متعین پر سامان مہیا نہ کر سکیں تو نرمی سے معذرت کر دیجئے

(۹) گاہکوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیجیے

(۱۰)موسم کے لحاظ سے (چائے ٹھنڈے سے)ان کی مناسبت مہمان نوازی بھی کیجئے، تلک عشرۃ کاملۃ۔

قلم کی طاقت و اہمیت

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

کانپتے ہیں اس کی ہیبت سے سلاطین زمن
دبدبہ فرماں رواؤں پر بٹھاتا ہے قلم
صفحۂ کاغذ پر جب موتی لٹاتا ہے قلم
ندرت افکار کے جوہر دکھاتا ہے قلم

(شورش کاشمیری)

قلم علم ودانش اور تہذیب انسانی کے ارتقاء کا ذریعہ ہے۔ جنگلوں اور غاروں میں بسنے والا انسان قلم ہی کی بدولت وحشیانہ زندگی کے خول سے نکل کر مہذب دور میں داخل ہوا۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی پہلی وحی کے اندر قلم کا ذکر فرما کر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ [العلق: 3، 4] ''جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا'' صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کریم کي ایک سورۃ ہی کا نام القلم ہے، اوراس کی ابتدائی آیت میں خداوند کریم نے قلم کی اہمیت کو یوں اجاگر کیا۔ {ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ} [القلم: 1]

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں۔

* **قرآن کریم جب نازل** * ہوا تو اس کو قلم کے ذریعے لکھ کر ہی محفوظ کیا گیا۔ قلم ہی کا کمال تھا کہ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود قرآن مجید آج بھی اسی حالت میں موجود ہے جس حالت میں یہ نازل ہوا تھا۔

* **حضور نبی کریم ﷺ** * نے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کو قلم کے استعمال سے ہی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

* **قلم کی پیدائش** * ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس وقت ہوئی جب کہ ابھی میرے رب نے کائنات کی کسی شئے کو وجود نہیں بخشا تھا۔ وجود و ظہور میں سب سے پہلے قلم ہی ہے، پھر حکم ربی ہوا کہ ''لکھ'' تو قلم نے منشائے الٰہی کے مطابق ہر وہ چیز لکھ دی جو ازل سے ابد تک ہونے والی ہے، قَالَ عبادة بن الصامت رضي الله عنه سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ يَقُولُ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ . فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ . فَجَرَى بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الأَبَدِ " (سنن الترمذی: 3319).

ابوداود شریف کی روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: قَالَ عبادة بن الصامت رضی الله عنه سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ . فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ " سنن أبي داود . باب في القدر (4700).

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے اللہ رب العزت نے قلم کو وجود بخشا، تو اس سے کہا: لکھ؟ تو قلم نے کہا: کیا لکھوں؟ فرمان ہوا: قیامت قائم ہونے تک ہر چیز کی تقدیر کو لکھ۔

* **تاریخ شاہد ہے کہ** * قلم نے ہی قلم کار پیدا کیے جو قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں، قلم کار ہی کی بدولت تاریخ زندہ ہے۔ معاشرے میں توازن برقرار رکھنے کے لیے اٹھا ہوا قلم قوموں کی تقدیر بدلنے میں اھم کردار ادا کرسکتا ہے۔ ایک قلم کار اگر قلم کا صحیح استعمال کرے تو وہ معاشرے کو صحیح خطوط پر استوار کرنے میں ممدومعاون ثابت ہو سکتا ہے، معاشرے کی تربیت کر سکتا ہے۔ قلم خواب غفلت میں سوئی ہوئی قوموں کو جھنجھوڑنے کے لیے بھی استعمال کیا گیا جیسے برصغیر پاک وہند میں بھت سے شعراء ومصنفین نے قلم کی طاقت سے اپنی شاہکار تخلیقات سے مسلمانوں کے اندر آزادی کی روح پھونکی۔ قلم کی طاقت سے اصلاح معاشرہ کا فریضہ انجام دیا جاسکتا ہے۔ قلم کی حرمت اور تقدس کا حق صرف اسی صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے جب سچائی اور حقائق کو ذمہ داری کے ساتھ بیان کیا جائے۔

تاہم قلم کا اگر منفی استعمال کیا جائے تو بھی اس میں طاقت ہے۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ قلم کی نوک تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قلم نے بھی کئی شکلیں تبدیل کیں۔ اور بہت سی قدیم روایات دور جدید کی نذر ہوکر رہ گئی ہیں لیکن قلم کا استعمال آج بھی رائج ہے۔

* **الغرض قلم کا استعمال** * ازل سے ہے اور تاقیامت رہے گا اور قلم اسی طرح قلم کار پیدا کرتی رہے گی۔

* **قلم کا کام لکھنا ہے** * آواز کی صورت گری کرنا ہے، فکر و خیال کی مجسمہ سازی ہے الفاظ کو لباس کا جامہ پہنانا ہے ۔ اس کا وجود بے جان ہے وہ سماعت و بصارت سے خالی ہے۔ نطق و بیان ہی اس کی تحریر ہے۔ وہ ذاتی فکر و خیال اور ارادہ سے عاری و خالی ہے۔ قلم خود نہیں چلتا، بلکہ حرکت دینے والا اسے اپنے ارادہ کے مطابق حرکت دیتا ہے ۔ نیک لوگ اسے بھلے اور اچھے کام کیلئے اور بُرے لوگ اپنی برائی کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ کبھی قلم سے ایمان کی باتیں لکھی جاتی ہیں تو کبھی کفر کی باتیں۔ اس سے کوئی محبت و مودت کی تحریریں لکھتا ہے تو کوئی نفرت و عداوت کی لکیریں کھینچتا ہے ۔ کوئی نوک قلم سے دو جدا دلوں کو محبت کے ٹانکوں سے جوڑتا ہے تو کوئی نوک قلم سے زہریلے سانپ کی طرح ڈس کر دو دلوں کو مسموم کرتا ہے۔ کبھی یهي قلم کسي متقی و خداترس کے ہاتھ میں ہوتا ہےتو کبھی فاسق و فاجر کے ہاتھ میں، متقی و خداترس لکھنے سے قبل سوچتا ہے۔ لکھتے ہوئے خدائی استحضار رکھتا ہے لکھ کر لکھی ہوئی عبارت کا بے لاگ جائزہ اور محاسبہ کرتا ہے۔

* **قلم بھی زبان** * کی مانند ہے، فرق یہ ہے کہ زبان کے الفاظ سنے جاتے ہیں جب کہ قلم کے الفاظ دیکھے بھی جاتے ہیں، زبان سے نکلے الفاظ فضاؤں میں تحلیل ہوجاتے ہیں جب کہ لکھے ھوئے الفاظ منقش پتھر کی طرح محفوظ ہوجاتے ہیں۔

بولی کا زمانہ مختصر اور قلم کا زمانہ تا دیر ھوتا ھے، بولی کو وہ مقام حاصل نہیں جو لکھائی کو حاصل ہے۔

*جو **اصول و آداب زبان*** کی بولی کے ہیں وہی احکام قلم کی لکھائی کے ہیں جس طرح زبان سے بولنا اور پڑھنا رب کے نام سے ہو ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ [العلق: 1]، اسي طرح قلم سے لکھنا بھی رب کے نام سے ہو زبان کے بول میں خیر ضروری ہے ورنہ خاموشی بہتر، جیساکہ امام بخاری نے "باب حفظ اللسان" میں یہ حدیث ذکر کی ہے: "وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ" (بخاری 6476)۔

یہی اصول حرکت قلم کے وقت ہے جس طرح زبان سے کہی بات کی تحقیق ضروری ہے، اسی طرح تحریر قلم کی تحقیق ضروری ہے ۔ جس طرح زبان کا ایک بول رضائے خداوندی کا سبب ہوسکتا ہے ۔ اسی طرح قلم کا ایک جملہ بھی یہی شان رکھتا ہے جس طرح زبان کا ہر بول کاتبان اعمال فرشتوں کی گرفت میں ہے ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق: 18]، یہی نگرانی کا نظم ، تحریر کلام پر بھی قائم ہے۔

زبان کی نرمی ، کلام میں خوبصورتی اور اس کی سختی بدصورتی کو جنم دیتی ہے،

عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ» (صحيح مسلم (2594)

یہی کیفیت بیان تحریر کی ہے زبان کیلئے یاد الٰہی کا حکم ہے۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ نے "قيمة الزمن عند العلماء" اور نامور قلم کار ومصنف مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ نے اپنی کتاب " ***متاع وقت اور کاروان علم*** "میں بہت سے ائمہ اور علمائے کرام کی داستانیں تحریر فرمائی ہیں، ابن عقیلؒ نے مختلف علوم وفنون میں تقریباً بیس کتابیں لکھیں جن میں دنیا کی سب سے بڑی تصنیف ''الفنون'' لکھی، امام ذھبی فرماتے ہیں: " *لم يصنف في الدنيا أكبر من هذا الكتاب*"،

ابن رجبؒ کا بیان ہے کہ یہ کتاب آٹھ سو جلدوں میں تھی۔ امام جریر طبری اپنے وقت کے امام اور زبردست مجتہد ہیں جن کی کثرت تالیف اور حسن تصنیف نے انھیں اسلامی تاریخ کا سب سے عظیم محقق بنادیا، انہوں نے اپنی تصانیف کی شکل میں تین لاکھ پچاس ہزار سے زائد اوراق بطور یادگار چھوڑے ہیں۔

آج کتنے بڑے بڑے اور قسم قسم کے فتنے ابھر رہے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کو جلا کر خاکستر کردینا چاہتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کو مسخ کرکے اس کو فرسودہ و بوسیدہ کردینے پر تلے ہیں جو اسلام سوز، دین سوز، ایمان سوز، اخلاق سوز بلکہ

انسانیت سوز فتنے ابھر رہے ہیں۔ آج کاذبین نئے نئے روپ میں آرہے ہیں اور نبوت محمدیؐ کو چیلنج کررہے ہیں۔ آج سر کٹانے اور کاٹنے کی ضرورت نہیں، آج باطل سے آنکھیں ملانے کی ضرورت ہے۔

آج نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر تلواروں کا حملہ نہیں دلیلوں کا حملہ ہے، مادیت کا حملہ ہے قوم پرستی کا حملہ ہے۔

* **قلم اور تلوار ان دونوں** * کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ تلوار کی ضرورت وقتی عارضی اور قلم کی ضرورت دائمی ہے اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ قلم کی طاقت تلوار سے زیادہ ہے بقول شاعر:

تاریخ کے اوراق الٹ کر ذرا دیکھو
ہر دور میں تلوار ہی ہاری ہے قلم سے

تلوار کا خیر و شر وقتی اور قلم کا تادیر ہے۔ تلوار کا زخم خود بخود مٹ جاتا ہے قلم کا زخم مٹائے نہیں مٹتا ہے ۔

* **آج اسلام پر اٹھنے والے** * باطل اشکالات اور قانون الہی پر لگائے گئے ظالمانہ اعتراضات کا مثبت، مدلل، ٹھوس اور حکیمانہ جواب کی ضرورت ہے۔ ہر دور اور زمانہ کیلئے تعلیمات اسلامی کا قابل عمل ہونا اور ساری مخلوق کیلئے اس کا باعث راحت و خیر ہونے کی مدبرانہ و فقیہانہ استدلال و تشریح کی ضرورت ہے۔

آج باطل کی تحریف کردہ اسلامی حقائق کو صداقت و عدالت کے معیاری ترازو سے تول کر حقیقت کو واشگاف اور واضح کرنے کا وقت ہے۔ جس کیلئے شستہ و شگفتہ قلم، دلکش پیرایہ اور بہتر اسلوب کی ضرورت ہے جس آواز کو نہ صرف زمانہ سنے بلکہ قبول کرے اور اس صدا کو لبیک کہہ کر سینہ سے لگائے ۔ دور حاضر عدالت و صداقت ، حیا و پاکدامنی اور خیر خواہی و درد انسانیت میں مثالی انقلاب کا منتظر ہے۔ اور یہ انقلاب قلم سے لایا جاسکتا ہے فرق صرف استعمال کا ہے۔

*** قطع کرنی پڑتی ہے........ فکر و نظر کی وادیاں**
***تب کہیں شورش مرے قابو میں آتا ہے قلم**

ملک کے موجودہ حالات اور ہمارے لیے لائحۂ عمل

بقلم :- مفتی شاہد مغنی قاسمی خیر آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملک کے موجودہ حالات اور ہمارے لیے لائحۂ عمل

سوالات و جوابات کی روشنی میں

سوال (١)

ہندوستان میں موجودہ مرکزی حکومت کا دور اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے لیے بڑا خطرناک ہے، مختلف مصائب و مشکلات کا ہجوم ہے، گئو رکھشا، بے بنیاد دہشت گردی کا الزام، مدارس و مساجد پر یلغار، شریعت اسلامیہ میں مداخلت وغیرہ وغیرہ کی وجہ سے ہندی عوام بہت ہی زیادہ کرب و الم میں رہتی ہے تو کیا ایسے ماحول میں مسلمانوں کو بذات خود ہتھیار اٹھانے کی اجازت ہے؟ ان حالات کے تئیں ہمارا کیا لائحہ عمل ہونا چاہیے؟

سوال (٢)

*اگر کسی پر حملہ ہو اور وہ اپنی حفاظت کے لیے دوسرے پر حملہ کردے یا گولی چلادے اور دوسرا مرجائے یا شدید گھائل ہوجائے تو کیا یہ مسلمان مجرم ہوگا؟**

سوال (۳)

٭اگر حکومت کوئی ایسا قانون پاس کرتی ہے جو شریعت اسلامیہ سے متصادم ہو تو کیا اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا ؟ واضح ہو کہ ہمارا ملک ایک آئینی و جمہوری ملک ہے تو کیا ان آئین و روایات کی مخالفت جائز ہوگی ؟٭

الجواب واللہ الموفق للصواب :

مذکورہ صورت حال میں مسلمانوں کو بذات خود ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے حالات مزید پرخطر ہوجائیں گے، چونکہ حکومت کی پالیسی یہی ہے کہ حالات اتنے ناسازگار اور پرخطر بنادیے جائیں کہ لوگ مطمئن ہوکر زندگی بسر نہ کریں، بلکہ وہ تو موقع کی تلاش میں ہے کہ کس طرح سے مسلمانوں کو یہاں سے فنا کردیا جائے،

لہذا کسی بھی کافر حکمراں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اہلِ اسلام کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا ایک خواب پریشان ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا، وہ تو ابتدا ہی سے باغی ہیں، ان کی گرفت کے لئے آخرت متعین ہے، دنیا میں ان کے ظلم اور نافرمانی کے باوجود یہ ظاہری دولت و عزت درحقیقت ان کے لیے خدا کا قہر و غضب اور نقد عذاب ہے جس کو یہ گدھے اپنی فلاح و بہبود سمجھتے ہیں،

لیکن اہل ایمان کی اپنی بد اعمالی اور عملی خرابی کی سزا دنیا ہی میں بھگتنا پڑتا ہے،

مختلف مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کبھی حکومت کی طرف سے، کبھی من جانب اللہ زمینی و آسمانی آفات و مصائب، زلزلہ، طوفان، قحط سالی، کساد بازاری کی صورت میں مبتلا ہوکر تاکہ آنکھیں کھلیں، صحیح راہ اختیار کریں، اپنے نفس پر دباؤ ڈال کر خواہشوں کو قربان کرکے وہ کام اختیار کریں جس کا حکم ہمارا مالک حقیقی دیتا ہے اور آخرت کے بڑے عذاب سے نجات پاجائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اور اس بڑے عذاب سے پہلے بھی ہم انہیں کم درجے کے عذاب کا مزہ بھی ضرور چکھائیں گے، شاید یہ باز آجائیں۔(السجدۃ:۲۱)

اس لیے جب ایسی صورت حال کا سامنا ہو جو آج کل مسلط ہے تو رفع مصائب اور دشمنوں سے حفاظت کے لیے صرف ان ظاہری تدابیر اور مادی قوتوں کی فراہمی سے مسلمان کسی بھی وقت عہدہ برآ نہیں ہوسکتے (جبکہ بحالت موجودہ دشمنان ان مادی تدبیروں میں ہم سے کہیں زیادہ آگے اور مستعد ہیں) جب تک کہ نفسانی خواہشات اور مال و جاہ کی حرص و ہوس کو چھوڑ نہ دیں، ایمانی طاقت و قوت کو مستحکم اور مضبوط کرلیں، صبر و تقویٰ کے اوصاف پیدا کرلیں اور قرآن پاک کی اس ندا! یا ایہا اللذین آمَنوا آمِنوا (اے مسلمانوں مسلمان بنو) کو پورے زور و شور سے بلند کریں تو غیبی نصرت اور فرشتوں کا لشکر آج بھی مسلمانوں کی امداد کے لیے تیار ہیں،

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ان آیات میں بالفاظ شرط ارشاد فرمایا ہے:

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿آل عمران :۱۲۵﴾

ہاں ! بلکہ اگر تم صبر اور تقوی اختیار کرو اور وہ لوگ اپنے اسی ریلے میں اچانک تم تک پہنچ جائیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دے گا جنھوں نے اپنی پہچان نمایاں کی ہوئی ہوگی

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿آل عمران :۱۲۰﴾

اگر تم صبر اور تقوی سے کام لو تو ان کی چالیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کے (علم اور قدرت کے) احاطے میں ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿آل عمران: ۱۸۶﴾(مسلمانو) تمہیں اپنے مال و دولت اور جانوں کے

معاملے میں (اور) آزمایا جائے گا، اور تم اہل کتاب اور مشرکین دونوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اور اگر تم نے صبر اور تقوی سے کام لیا تو یقینا یہی کام بڑی ہمت کے ہیں (جو تمہیں اختیار کرنے ہیں)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت اقدس مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ خطاب مسلمانوں کو ہے کہ آیندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑینگی قتل کیا جانا زخمی ہونا، قیدو بند کی تکلیف اٹھانا، بیمار پڑنا، اموال کا تلف ہونا اقارب کا چھوٹنا، اس طرح کی سختیاں پیش آئینگی، نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دل آزار باتیں سننا پڑینگی۔ ان سب کا علاج صبر وتقویٰ ہے۔ اگر صبر و استقلال اور پرہیز گاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کرو گے تو یہ بڑی ہمت اور اولوالعزمی کا کام ہوگا۔ جس کی تاکید حق تعالیٰ نے فرمائی ہے"۔

اور پھر ان سب کے نتیجے میں فلاح و کامیابی، راحت و اطمینان اور حیات طیبہ کا وعدہ ہے،

ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿النحل: ۹۷﴾

جس شخص نے بھی مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر ضرور عطا کریں گے۔

(توضیح القرآن)

*** الجواب : (۲) ***

غیر کی طرف سے کسی مسلمان پر حملہ آور ہونے کی صورت میں وہ غیر پر زیادتی کردے تو مجرم نہیں ٹھہرے گا، بلکہ اپنی دفاع کے لیے مسلح جہاد کو ایک دینی حکم کے طور پر فرض قرار دیا گیا ہے، ارشاد خداوندی ہے :

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا (البقرۃ : ۱۹۰) اور ان لوگوں سے اللہ کے راستے میں جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو،

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کفایۃ المفتی میں لکھتے ہیں کہ :

"ہندوؤں کی اشتعال انگیزی سے صبر و سکون ہاتھ سے نہ دیں اور تمام ممکن تدابیر اور آئینی ذرائع سے اس فتنہ کو رفع کرنے کی کوشش کرتے رہیں، اپنی طرف سے جھگڑے کی ابتداء نہ کریں، ہندوؤں کے ظالمانہ رویہ کی مدافعت میں مسلمان معذور ہوں گے" (کفایۃ المفتی /کتاب السیاسیات :۹/۳۱۳)

*** الجواب (۳) ***

ایک مسلمان کو چاہیے کہ عام حالات میں بھی حتی الامکان اپنے عائلی و معاشرتی

تنازعات اور آپسی مقدمات کو لے کر غیر اسلامی عدالتوں کا چکر کاٹنے اور ان میں روپیوں کو بیجا صرف کرنے کے بجائے ان مسائل کو محاکم شرعیہ، اسلامی اداروں اور دارالافتاءوں کے روبرو پیش کرکے شرعی احکام معلوم کریں اور برضاء و رغبت اس کو قبول کریں اور حکم الہی کے اس فرمان پر عمل پیرا ہوں

ارشاد ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿النساء :۵۹﴾

اے ایمان والو ! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کے حوالے کردو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔

أُولِي الْأَمْرِ : سے مراد اکثر مفسرین کے مطابق مسلمان حکمران ہیں، جائز امور میں ان کے احکام کی اطاعت بھی مسلمانوں کا فرض ہے، البتہ یہ اطاعت اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ کسی ایسی بات کا حکم نہ دیں جو شرعاً نا جائز ہو،

(توضیح القرآن)

لیکن اگر حکومت شریعتِ اسلامیہ میں مداخلت کرنے لگے اور اس کے متصادم کوئی قانون پاس کردے تو اس پر عمل کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ عمل کرنے والا گناہ گار ہوگا، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَلَا طَاعَةَ،

یعنی

جب تک معصیت کا حکم نہ دیا جائے مسلمان پر سمع و طاعت لازم ہے خواہ وہ پسند کرے یا ناپسند کرے، اور اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ اس کے لیے سننا ضروری ہے اور نہ اطاعت کرنا۔

(سنن الترمذی /کتاب الجهاد /رقم الحدیث:۱۷۰۷)

اس لیے ان حالات میں بھی شرعی اصول کی اطاعت واجب ہوگی،لیکن اگر حکومت خلاف شرع عمل کرنے پر مجبور کرے تو فوراً اس کے سامنے اپنی گردن خم نہ کردے بلکہ احتجاج کریں اور انصاف طلب کریں، لیکن پوری کوشش کے باوجود شریعت کے معارض کوئی ایسا قانون پاس کردیا جائے کہ اس کے علاوہ کوئی سبیل نہ ہو تو بادل نخواستہ عمل کرنے والا عند اللہ گناہ گار نہیں ہوگا، اسی بات کو قرآن کریم کی اس آیت میں واضح فرمایا گیا ہے:

إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿النحل ۰﴾

وہ نہیں جسے زبردستی (کفر کا کلمہ کہنے پر) مجبور کردیا گیا ہو، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، بلکہ وہ شخص جس نے اپنا سینہ کفر کے لیے کھول دیا ہو۔ تو ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے غضب نازل ہوگا، اور ان کے لیے زبردست عذاب تیار ہے۔

تفسیر:

یعنی کسی شخص کو جان کا خوف ہو کہ اگر زبان سے کفر کا کلمہ نہیں کہے گا تو جان چلی جائے گی، تو ایسا شخص معذور ہے، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوگا جو اپنے اختیار کی وجہ سے کفر کی باتیں کرے۔

(توضیح القرآن)

اس پر مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

کفایۃ المفتی /کتاب السیاسیات /ج:۹ ص:۲۷۳/ ۲۷۲

رہی بات شریعت اسلامیہ سے متصادم قانون پاس کرنے اور مسلمانوں کا اس کی مخالفت کرنے کی تو یہ ہماری طرف سے حکومت کی مخالفت نہیں ہے بلکہ خود حکومت ہماری مخالفت کررہی ہے جیسا کہ یہ خبر نامہ بالفاظ ذیل اس کا واضح ثبوت ہے،

"دستور ہند کی دفعہ /21 زندگی اور شخصی آزادی کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے، کسی شخص کو اس کی زندگی اور شخصی آزادی سے قانونی طریقہ کار کے بغیر محروم نہیں کیا جاسکتا، اگر کسی فرد کو اپنی جان کے ہی لالے پڑگئے ہوں یا اقلیت کو نسل کشی (Genocide) کا سامنا ہوتو یہ صورت حال دفعہ /21 کی سنگین پامالی ہے،
مذہبی آزادی: دستور ہند کی دفعات 25 سے 28 مذہبی آزادی سے متعلق ہیں، آرٹیکل 25 میں مذہب و ضمیر کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے، مذہبی آزادی کا حق صرف افراد کو انفرادی طور پر ہی حاصل نہیں ہے بلکہ ہر مذہبی اکائی یا برادری (جسے اقلیت کہا جاسکتا ہے) کو بھی اجتماعی طور پر حاصل ہے "

(خبرنامہ مسلم پرسنل لا بورڈ، جولائی، تا، ستمبر 2006ء)
واللہ عزیز ذو انتقام ۔

بے مثال انسان، بے نظیر حکمراں!

بقلم :- مولانا محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری

اسلامی سال کا سب سے پہلا مہینہ محرم الحرام ہے، جو اپنے اندر کئی دلدوز اور دلخراش داستاں پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر و عیاں رکھتا ہے، جس کی وجہ سے نہایت اہمیت کا حامل بھی ہے عامۃ الناس سب سے زیادہ جس واقعے کی وجہ سے اس مہینہ کی طرفh متوجہ ہوتے ہیں وہ اس مہینہ میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا میدان کربلا میں شہید ہونا ہے۔اس مہینہ میں یہ ایسی دل کو چاک اور آنکھوں کو خون رلانے والی داستاں ہے، کہ جب بھی یہ مہینہ آتا ہے توخود نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے اہل و عیال او رساتھیوں کا بے گور و کفن، پاکیزہ جسم، خیالات کے دبیز پردوں سے نکل کر ظاہری جوڑا پہن لیتے ہیں۔ اس واقعہ نے قیامت تک کے لئے انسانیت کا سر جھکا دیا۔ بلانے والے اپنے، اکسانے والے اپنے، فوج لے کر سامنا کرنے والے اپنے، پانی روک لینے اپنے، وعدہ خلافی کرنے والے اپنے، ہم اس جاں گسل حادثہ میں منافقین کی سازشوں کا بہانا بھی تو نہیں کر سکتے۔

اس کے علاوہ اسی مہینہ میں عالم اسلام کی ایک معزز ہستی کو بھی اس کے ساتھیوں کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ جو ہستی پیدا ہوئی تو مکہ میں شور مچ گیا، پوچھنے

والے نے پوچھا کیسا شور ہے؟ اسے بتایا گیا کہ خطاب کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے، یہ اسی کی خوشی کا شور ہے۔ جس نے جاہلیت کے تاریک عہد میں سانس لی، اور ان ہی کے درمیان پلا بڑھا اور پروان چڑھا، جب جوان ہوا تو بازار عکاظ میں پہلوانی کرنے لگا، یہ وہی بازار عکاظ ہے جس میں اپنے فن کے ماہرین کے علاوہ کوئی دوسرا شامل نہ ہو سکتا تھا،اسی بازار کے پروردہ نابغہ زیبانی، حسان بن ثابت، قیس بن ساعدہ بھی ہیں، جن کو فن خطابت اور شاعری میں عربوں کے درمیان ثقاہت کا درجہ حاصل ہے۔ جہالت کے اس دور میں چند پڑھے لکھے لوگوں میں اس نوجوان کا نام بھی شامل ہے، اور اپنے ملک کا سفیر بھی ہے۔

جب اسلام کی بازگشت اس کے کانوں تک پہنچی تو کفار مکہ کی طرح اسے بھی جوش آیا مگر اس کے باوجود انسانی شرافت، غیرت و حمیت، خیر و فلاح کا عنصر اس میں موجود تھا۔ لیلی بن حنتمہ کہتی ہیں، کہ جب ہم نے کفار کے ظلم و جور سے عاجز آکر حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا تو انہوں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا تم لوگوں کے ظلم و جور نے ہی تو مجبور کیا ہے، فرمایا کہ صبحکم اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ حالانکہ یہی شخص اپنی باندی کو جو ایمان لا چکی تھی مارتے مارتے تھک جاتا تھا۔

جب اسلام کی یہ آواز روز بروز بڑھنے لگی اور یہ اجنبی آواز لوگوں کے درمیان جانی پہچانی جانے لگی، اور اس صدائے بازگشت سے لوگ مانوس ہونے لگے، توحضرت عمرؓ

غصہ سے آواز لگانے والے ہی کے قتل کے در پہ ہو جاتے ہیں، اور اس آواز کو ہمیشہ کے لئے خاموش کرنے کے ارادے سے نکل پڑتے ہیں، راستہ میں معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے بہن اور بہنوئی بھی اسی آواز کے شیدائی اور آواز لگانے والے کے ہم نوا ہو چکے ہیں۔ اس خبر سے ان کا غصہ دو بالا ہو جاتا ہے اور اسی غصہ میں بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچتے ہیں اور ان کو زدو کوب کرنے لگتے ہیں، لیکن جب بہن کے جسم سے نکلنے والے خون کی طرف نظر پڑتی ہے تو نفرت کی ضد رحمت امڈ آتی ہے، اور پوچھتے ہیں جو تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی دکھاؤ، دکھایا گیا، یہ اسی کتاب ہدایت کی چند آیات تھیں، لرزتے ہاتھوں سے کتاب کھولی گئی اور نگاہ سبح للہ مافی السموات والارض وہو العزیز الحکیم پر پھری تو ایمان کی باد بہاری کے سرد و مست جھونکوں نے دل کی شمع کافوری کو اور تیز کر دیا گویا کہ انہیں کو مخاطب بنا کر کہا جارہا ہے آمنوا باللہ و رسولہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ جب زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ تمام اس غالب اور حکمت والے کی تسبیح و تقدیس بیان کرتی ہیں، تو تجھے کس چیز نے اس سے روک رکھا ہے، اور پھر پکار اٹھتے ہیں۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔

اس عظیم انسان کو کیا معلوم اللہم اعز الاسلام باحد الرجلین اما ابن ہشام او عمر بن خطاب یہ دعائے نبوی ان کے حق میں قبول ہو چکی ہے۔ پھر اللہ کے رسول کی مجلس میں پہنچتے ہیں، اور ان کے ایمان کی خبر سن کر تکبیر کی صدا مکہ کی گلیوں اور پہاڑوں

میں گونج اٹھتی ہے، پھر یہ کہا جانے لگتا ہے کہ ہم کفار کی وجہ سے گھروں میں چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے، لیکن اس شخص کے ایمان لانے کے بعد ہم نے بیت اللہ میں عبادتیں شروع کر دیں، جس نے حق اور باطل کو واضح کرکے فاروق کا لقب اختیار کر لیاہے۔

جس نے ہجرت فرمائی تو اس شان سے کہ مکہ سے باہر نکل کر فرمایا تم میں سے کون ہے جو اپنی بیوی کو بیو ہ اور اپنے بچوں کو یتیم کرنے کا خواہش مند ہے، آئے اور مجھے روکے، مکہ کے شیر دل بہادر آگے بڑھ کر اسے روک نہ سکے۔

جو روز بروز اسلام کو تقویت پہنچانے میں مصروف ہو گیا ہو، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جنگ میں شانہ بشانہ کھڑا رہا ہو۔ جس کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو قرآن مقدس نے اپنے اندر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا ہو، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اپنا ہوش کھو دیا ہو، اور یہ یاد ہی نہ رہا ہو کہ جو آیا ہے اسے خالق سے پھر ملاقات بھی کرنی ہے، جس نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابھر نے والے فتنہ کو اپنی ایمانی فراست، دانائی، عقلمندی اور ہوشیاری سے اس طرح فرو کرکے انہیں اپنا ہمنوا بنا لیا ہو کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں اپنے مصلی پر امامت کے لئے آگے بڑھا دیا تھا، تو جسے حضور نے اپنا قائم مقام اور اپنے دین کا امام بنا دیا ہو ہم میں کون ہے جو اس کی دنیاوی امامت پر اعتراض و اعراض کرے؟ جسے خلیفہ اول نے اپنی زندگی کے ایام

پورے ہونے پر یہ کہہ کر خلیفہ بنایا ہو کہ اے اللہ تیری زمین پر بسنے والے تیرے بندوں پر میں نے اس شخص کو ذمہ دار مقرر کیا ہے جو ان میں سب زیادہ اچھا تھا۔

جس نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو رعایا کی خدمت، ان کے آرام و راحت کی فکر نے راتوں کی نیند چھین کر گلیوں گلیوں گشت کرنے پر مجبور کر دیا ہو، اور اس نے عمدہ مشروب اور کھانے سے ہاتھ روک لیا ہو کہ کیا معلوم اتنی وسیع سلطنت میں کوئی جاندار بھوکا ہو، اس خیال ہی سے قیامت کے دن کی ہولناکی اور خدائی باز پرس سے کپکپی طاری ہو جاتی ہو۔ جس نے اپنے عدل و انصاف سے اپنے ممالک محروسہ کو آفتاب سے زیادہ روشن اور چمکدار بنا دیا ہو۔ ایک واقعہ پڑھیئے اور سر دھنئے۔

اسلامی حکومت کی جانب سے تجارتی محصول وصول کرنے کے لئے سرحدی علاقوں پر انتظام ہوا، تو فرات کے آبی راستے پر بھی چوکی قائم ہوئی، اس طرح کہ دریا میں ایک رسہ پھینک دیا جاتا تھااور کشتی آکر اس سے اٹک جاتی تھی اور محصول وصول کرنے والے اندازہ کے موافق محصول وصول کر لیتے تھے، ایک عیسائی تاجر اسی زمانہ میں اپنا مال لے کر اسی فرات کے آبی راستے سے گزر رہا تھا، محصول کے لئے زیادہ ابن حدیرؓ مقرر تھے، انھوں نے محصول وصول کر لیا، اور اسے جانے دیا، چند دن کے بعد جب وہ تجارت سے واپس ہوا، تو پھر اس کی کشتی روک لی گئی، او راس سے محصول کا مطالبہ کیا جانے لگا، جس پر وہ کہتا رہا کہ میں نے محصول ایک بار ادا کر دیا ہے اب مجھ ہی سے دوبارہ محصول کیوں اور کیسے وصول کروگے، اس عیسائی

سوداگر اور زیادؓ کے درمیان بات بڑھ گئی، تاجر نے سامان اپنے آدمیوں کے سپرد کیا، اور زیادؓ سے کہا کہ میں خود امیر المومنینؓ کے پاس جاتا ہوں اور وہ تاجر مکہ (اس وقت حضرت عمرؓ مکہ ہی میں تشریف فرما تھے) میں امیر المومنین کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے حاضر ہوا کہ میں ایک عیسائی تاجر ہوں اور پورا واقعہ کہہ سنایا، امیر المومنین اس کے جواب میں "کفیت" کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں، اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں، عیسائی تاجر اس ایک لفظ سے مطمئن نہ ہوا۔ اور خود اسی کا بیان ہے کہ میں مکہ سے مایوس یہ ارادہ کرکے لوٹ رہا تھا کہ زیادؓ کے مطالبہ کو قبول کر لوں گا، اور محصول ادا کرکے مال چھڑا لوں گا، لیکن جب میں فرات کی اس چوکی پر پہنچا تو اس خبر سے میں حیرت میں پڑ گیا کہ "کتاب عمر قد سبق الیہ" کہ زیاد ابن حدیرؓ کے پاس اس کے پہنچنے سے پہلے ہی فرمان آ چکا ہے۔ اس فرمان میں لکھا گیا تھا کہ جب تم نے ایک مرتبہ محصول وصول کر لیا ہے تو اب دوبارہ محصول لینے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔ عیسائی سوداگر کا بیان ہے کہ اس خبر نے مجھے بے چین کر دیا اور اسی وقت اس نے زیادؓ کو مخاطب کرکے اعلان کیا "انی اشہد اللہ انی بری من النصرانیۃ وانی علی دین الرجل الذی کتب الیک ہذا الکتاب"۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں عیسائی مذہب سے کنارہ کش ہوتا ہوں اور اب اس شخص کے دین پر ہوں جس نے تمہارے نام سے یہ خط لکھا ہے۔ یہ اس عظیم حکمراں اور وسیع رقبہ پر حکمرانی کرنے والے خلیفہ کی طاقت تھی جس نے دور بیٹھ کر ایک عیسائی کو نقصان

سے بچا لیا اور اس کا نتیجہ جو ہونا چاہیئے تھا وہ ظاہر ہوا۔ (نقوش گیلانی ص / ۳۸)
یہی خلیفہ ہے، جس نے بادلوں کو دیکھ کر اس سے اگنے والی فصل پر اپنا استحقاق نہیں جتایا لیکن ساڑھے بائس لاکھ مربع میل پر اگنے والی فصل اس کے بیت المال میں پہنچتی رہیں، جس نے انا ولا غیری کی صدا نہیں لگائی؛ لیکن اس کے رعب اور دبدبے سے سینکڑوں میل دور قیصر و کسری کو اپنی زمین ہلتی ہوئی محسوس ہوتی، اس کے انگلی کی ایک حرکت نے بہادر سپاہیوں کے اندر ہی نہیں بلکہ دریائے نیل میں حرکت پیدا کر دی۔ یہی خلیفہ جب غلام کو سوار اور اس کی سواری کی نکیل پکڑے اور پیوندزدہ کپڑے زیب تن کئے ہوئے بیت المقدس پہنچتا ہے،ا ور کنیسۃ القمامہ میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے، تو بطریق یعنی گرجے کے پادری سے کہتا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ بتاؤ، گرجے میں کسی طرف اس نے اشارہ کرکے کہا کہ آپ یہاں نماز پڑھ سکتے ہیں، تو اس کی دور رس نگاہ نے اس سجدہ سے پیش آنے والے خدشات کو بھانپ لیا او رفرمایا کہ اگر آج میں نے یہاں نماز پڑھ لی تو کل خطرہ ہے کہ مسلمان اسی کو دلیل بنا کر کہ یہاں میرے خلیفہ نے نماز پڑھی تھی تمہارے گرجے پر دعوی نہ کر بیٹھیں، یہ کہہ کر گرجے سے باہر آکر اس نے نماز پڑھ لی۔
(نقوش گیلانی)
جو ایک بوڑھے فقیر یہودی کا ہاتھ پکڑ کر ناظم بیت المال کے پاس آتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ یہ سراسر ظلم او رزیادتی ہے کہ جوانی میں ہم ان کی کمائی ہوئی دولت سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں ہم انہیں سوالی اور مجبور بنا کر چھوڑ دیں، اور اسی کے ساتھ اس جیسے تمام بوڑھوں کے وظیفے جاری کرنے کا حکم کرتا ہو۔ (نقوش گیلانی)
علامہ شبلی نعمانی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الفاروق" (ص /۱۵۳) میں کچھ

دلچسپ واقعات بھی تحریر فرمائی ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک بد و ان کے پاس آیا او ریہ اشعار پڑھے:

یا عمر الخیر خیر الجنۃ

اکس بنیاتی وامھنۃ

اقسم باللہ لتفعلناہ

تکون عن حالی لتسئلنہ

اے عمر! لطف اگر ہے تو جنت کا ہے، میری لڑکیوں کو اور ان کی ماں کو کپڑے پہنا۔خدا کی قسم تجھ کو یہ کرنا ہوگا۔ تجھ سے قیامت میں میری نسبت سوال ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اگر تمہارا کہنا نہ مانوں تو کیا ہوگا،بدو نے کہا:

والواقف المسؤل یبھتنہ

اما الی نار و اما جنۃ

اور تو ہکا بکا رہ جائے گا پھر یا دوزخ کی طرف یا بہشت کی طرف جاتا ہوگا۔

حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ داڑھی تر ہوگئی، پھر غلام سے کہا کہ میرا یہ کرتا اس کو دے دے، اس وقت اس کے سوا کوئی چیز میرے پاس نہیں۔

ایک رات کو گشت کر رہے تھے، ایک عورت بالاخانے پر بیٹھی یہ اشعار گا رہی تھی:

تطاول ہذا اللیل و ازور جانبہ

و لیس الی جنبی خلیل الاعبہ

رات کالی ہے اور لمبی ہوتی جاتی ہے اور پہلو میں یار نہیں، جس سے خوش فعلی کروں۔

اس عورت کا شوہر جہاد پر گیا تھا اور وہ اس کے فراق میں یہ درد انگیز اشعار پڑھ رہی تھی، حضرت عمر کو سخت قلق ہوا اور کہا کہ میں نے زنان عرب پر بہت ظلم کیا، حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور پوچھا کہ عورت کتنے دن مرد کے بغیر رہ سکتی ہے؟ انہوں نے کہا چار مہینہ، صبح ہوتے ہر جگہ حکم بھیج دیا کہ کوئی سپاہی چار مہینہ سے زیادہ باہر نہ رہنے پائے۔

بالآخر یہ عظیم خلیفہ جو بیواؤں کی خبر گیری کرتا، ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پوری کرتا، اینٹ کا تکیہ لگا کر مسجد کے صحن ہی میں سو جاتا، رعایا کے گھروں میں پانی پہنچاتا، جو قاصد کے پیچھے دوڑتا پھرتا، جو مقام ضجنان پر کھڑے ہو کر یہ کہتا ہے کہ ایک وہ دن تھا اگر اونٹوں کے چرانے کے بعد تھک کر آرام کرنے کی غرض سے بیٹھ جاتا، تو میرا باپ مجھے طعنہ دیتا ایک آج کا دن ہے سوائے میرے خالق کے میرے اوپر کوئی حکمراں نہیں۔ وہ عظیم خلیفہ ۲۶ / ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو فانی دنیا سے باقی رہنے والی دنیا کی طرف کوچ کر گیا۔ یکم محرم کو مدفون ہوئے اور حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

نسخۂ عربیہ

بقلم :- ڈاکٹر ارشد قاسمی

موسمِ سرما کی آمد آمد ہے یہ موسم عام لوگوں کے لئے تو صحت کا ضامن ہے لیکن نسوں کے سکڑن ،جسمانی ورزش کی قلت اور چکنائی کے کثرتِ استعمال کی بنا پر ہارٹ ، موٹاپا، بلڈ پریشر کے مریضوں کے لئے بعض اوقات انتہائی خطرناک بلکہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے ۔ اس موسم میں بطورِ حفظانِ صحت ** نسخۂ عربیہ * جو ہزاروں سال سے مجرب نسخہ ہے اس کا استعمال مفید ہوتا ہے اس سے شریانوں پر جمی چکنایاں گھل جاتی ہیں اور ہارٹ اٹیک رسک میں کافی کمی واقع ہوتی ہے ۔

* نسخۂ عربیہ کے اجزاء *

ادرک کا جوس

لیموں کا عرق

لہسن کا محلول

سیب کا سرکہ

شہد

اس کو خاص مقدار میں خاص طرح سے ایک مرکب شربت بنالیا جاتا ہے ۔

* نسخۂ عربیہ کے مواقعِ استعمال *

* ہارٹ بلاکیج
* بلڈ پریشر
* ہائی لوسٹرول
* فالج
* سوء ہضم
* جوڑوں کے درد اور تصلب
* مہاسے
* موٹاپا
* بطورِ حفظانِ صحت

مزید مشوروں اور * عربین نسخہ * کے حصول کے لئے رابطہ کریں

ڈاکٹر ارشد قاسمی
فیملی ہیلتھ سینٹر لال گنج اعظم گڈھ
Call & Whattsapp no ✫
9621196321

امام اعظمؒ کی کنیت "ابو حنیفہ" کی وجہ تسمیہ

بقلم :- مولانا پھول حسن بیگوسرائے

چند ماہ قبل اس عنوان پر اپنے حلقہ پاسباں میں بحث ہوئی تھی جس میں کئی باتیں سامنے آئی تھیں پھر بھی تشنگی باقی رہ گئی تھی

آج مطالعے کے دوران امام صاحبؒ کی وصفی کنیت * ابوحنیفہ * کے تعلق سے سیر حاصل کلام دیکھنے کو ملا، سوچا کہ اسے حوالہ پاسبان بھی کردوں ۔ تو ملاحظہ فرمائیں

حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ سے *وآخرین لما یلحقوا بھم * کی نسبت سوال کیا گیا تو حضرت سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو اس کی قوم وہاں سے بھی لے آئے گا شیخ جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظمؒ ابوحنیفہ النعمان ہیں۔---------(تفسیر عثمانی حاشیہ ۷)

چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق سیدنا امام اعظمؒ نے دین کی تدوین فرمائی ۔

چونکہ قرآن کریم میں اسلام کا دوسرا نام دین حنیف ہے جسکی تکمیل آنحضور ﷺ پر، تمکین صحابہ کرامؓ کے ذریعہ اور تدوین میں اولیت کا شرف امام صاحبؒ کو نصیب ہوا اس لئے پوری امت میں بالاتفاق آپکی وصفی کنیت ابوحنیفہ قرار پائی یعنی دین حنیف کے پہلے مدون ۔

ذرا ادھر بھی....

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی قاسمی

کون نہیں جانتا کہ دنیا میں کرونا نامی ایک وبا پھیلی ہوئی ہے، اس وبا نے پوری دنیا کو اتھل پتھل کر دیا ہے ساری دنیا جانی مالی نقصان کا بھاری بوجھ اپنے اوپر جھیل رہی ہے، اس نقصان کا بھاری بوجھ اٹھانے میں قوم مسلم کسی طرح بھی پیچھے نہیں ہے بلکہ میں یہ کہوں کہ سب سے زیادہ نقصان اٹھا رہی ہے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ یہ صرف مادی نقصان نہیں اٹھا رہی ہے بلکہ دینی ملی روحانی نقصان کا اس کے ناتواں کاندھے پر بوجھ بڑھتا جا رہا ہے، مدارس بند ہیں، مساجد میں کوئی ہلچل نہیں ہو رہی ہے تبلیغی اصلاحی سرگرمیاں بند ہوچکی ہیں، عوام کی اک بڑی تعداد پہلے سے ہی دین بیزار تھی اب دن بہ دن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، ایسے حالات میں اگر مدارس اگر سماجی رول ادا کرے تو بہت ہی فائدہ ہوسکتا ہے، مدرسوں میں پڑھائی تو ہو نہیں رہی ہے اساتذہ بھی بور ہو رہے ہیں تو ایسے میں نظماء مدارس مصائب میں مواقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے محلہ محلہ وعظ و نصیحت اور دین بیداری کا بیڑا اٹھا لیں تو بہت حد تک عوامی رجحان کو ہم اپنے قابو میں کرسکتے ہیں ورنہ جس طرح سے حکومت عوام اور علماء اور دین سے رشتہ منقطع کرنے پر تلی ہوئی ہے کوئی بعید نہیں کہ ہماری سستی اور کاہلی ارتداد کا ایک طوفان بپا کردے،، ہم نے مدارس کا انتظام اسی لئے کیا تھا کہ قوم کے اندر دینی حمیت اور دینی روح کو باقی رکھا جا سکے. کام نہ کرنے کی صورت میں ہم بہت بڑی محرومیوں کا شکار ہوسکتے ہیں بہت ہی حساس مسئلہ ہے ادھر بھی ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے.

ہمارے مسائل اور ان کا حل

بقلم :- مفتی شاکر نثار المدنی *

مسئلہ نمبر 11
ایک رکعت اور تین رکعت تراویح کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر حافظ صاحب نے تراویح میں ایک رکعت یا تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے نیز ان رکعتوں میں پڑھی گئی آیات کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی : ____________________

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب : ایک رکعت نماز تو ہر صورت میں باطل ہے اور اس میں پڑھے گئے قرآن کا اعادہ ضروری ہے اور تین رکعت کی صورت میں امام نے اگر دو رکعت پر قعدہ کیا ہے تو دو رکعت صحیح ہونگی اور ان میں پڑھے گئے قرآن کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور بعد والی ایک رکعت باطل ہے اور اس میں پڑھے گئے قرآن کا اعادہ ضروری ہے.

---

* استاذ حدیث و فقہ مدرسہ اسلامیہ العربیہ بیت العلوم سرائمیر اعظم گڑھ

اور اگر تین رکعت دو رکعت پر قعدہ کئے بغیر پڑھا ہے تو تینوں رکعتیں باطل ہو گئیں، اور ان میں جو قرآن پڑھا گیا ہے اسے بھی دہرانا ضروری ہے.

إن صلاة ركعة فقط باطلة لا أنها صحيحة مكروهة. (شامي، كراچی ٢ / ٥٢، زكريا ٢ / ٥٠٥، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة، دار الكتاب ديوبند، ص: ٤٤٩)

وأما إذا صلى ثلاثا بتسليمة واحدة، إن قعد على رأس الركعتين يجزيه عن تسليمة واحدة، وعليه قضاء الركعتين، وإن لم يقعد على رأس الثانية ساهيا أو عامداً، لا شك أن صلاته باطلة قياساً، وهو قول محمد وزفر رحمهما الله، وهو رواية عن أبي حنيفة، وعليه قضاء ركعتين فحسب. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/ ٣٣٠ رقم: ٢٥٧٣ زكريا).

هذا ما ظهر لي والله تعالى أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الاسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير أعظم جره الهند --------

٢٩-٨-١٤٣٩ﻫ ١٦-٥-٢٠١٨م الأربعاء ---------

مسئلہ نمبر 12
سودی رقم کی وصولی پر ملنے والی اجرت کا حکم

سوال: بینک جو سودی قرض یعنی لون دیتا ہے، بعد میں کسٹمر کی لاپرواہی قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے بینک کچھ آدمیوں کو مقرر کرتا ہے کہ وہ قرض کی وصولی کریں۔اس پر بینک انہیں کمیشن دیتا ہے. یہ عمل اور کمیشن درست ہے یا نہیں؟ امید ہے مدلل جواب سے نوازیں گے.

المستفتی: شرف الدین عظیم قاسمي

الجواب بأسم الملهم للصدق والصواب: صورت مسئولہ میں چونکہ یہ معاملہ سود اور سود میں معاونت کا ہے اس لیے ناجائز ہے.

قال اللہ تعالی: واحل اللہ البیع وحرم الربوا (البقرۃ رقم الایۃ 275).

وقال تعالی: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾ (سورہ آل عمران، آیت: ۱۳۰، ۱۳۱)، كان أبو حنيفة رحمه الله يقول: هي أخوف آية في القراٰن حيث أوعد الله المؤمنين بالنار المعدة للكافرين، إن لم يتقوه في اجتناب محارمه (مدارک التنزيل۱: ۲۹۱)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (مسلم شريف ٢: ٢٧، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الاسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير أعظم جره الهند ---------

٢٩-٨-١٤٣٩ھ ١٦-٥-٢٠١٨م الأربعاء --------------

مسئلہ نمبر 13

مروجہ اسٹینڈ کا سترہ کے لیے استعمال

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آج کل مساجد میں سترہ کے لیے اسٹیل یا سلور کے ایسے اسٹینڈ کو استعمال کیا جاتا ہے جن میں طولًا صرف دونوں کنارے سلاخ ہوتی ہے اور درمیان میں چار پانچ سلاخیں عرضًا ہوتی ہیں یعنی اگر نمازی کناروں پر نہ ہو تو اس کے سامنے سترہ طولًا نہیں ہوتا ہے.

سوال یہ ہے کہ ایسے سترہ کا استعمال درست ہے یا نہیں. برائے مہربانی مدلل جواب عنایت فرمائیں

المستفتی: مفتی محمد اجمل امبیڈکر نگری استاذ مدرسہ شاہی مراداباد

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب: سوال میں مذکورہ اسٹینڈ کی سلاخیں ایک دوسرے سے ملے ہونے کی وجہ سے شيء واحد کے حکم میں ہیں اس لیے اگر اسٹینڈ کی اونچائی کم از کم ڈیڑھ فٹ ہو اور سلاخوں کی موٹائی اگر انگلی کے بقدر ہو تو بہتر ہے اور اگر کم ہو تب بھی کوئی حرج نہیں.

اس لیے نماز میں سترہ کے لیے ایسے اسٹینڈ کا استعمال درست ہے. (فتاویٰ محمودیہ ۱/۱۷۱ میرٹھ، احسن الفتاویٰ ۳/۴۱۰).

عن موسیٰ بن طلحة عن أبيه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا وضع أحدكم بين يديه مثل مؤخرة الرحل، فيصل ولا يبال من مرّ وراء ذٰلک۔ (صحيح مسلم، كتاب الصلاة/ باب سترة المصلي ۱/۱۹۵ رقم: ۴۹۹)

ويغرز الإمام وكذا المنفرد سترة بقدر ذراع طولاً وغلظ إصبع۔ (شامي ۲/۴۰۲ زكريا)

أن المستحب أن يكون مقدارها ذراعاً فصاعداً إلى قوله واختلفوا في مقدار غلظها ففي الهداية: وينبغي أن تكون في غلظ الإصبع؛ لأن ما دونه لا يبدو للناظر وكان مستنده ما رواه الحاكم مرفوعاً استتروا في صلاتكم ولو بسهم، ويشكل عليه ما رواه الحاكم عن أبي هريرة مرفوعاً يجزئ من السترة قدر مؤخرة الرحل ولو بدقة شعرة، ولهٰذا جعل بيان الغلظ في البدائع قولاً ضعيفاً، وأنه لا اعتبار بالعرض وظاهره أنه المذهب (مستفاد: شرح الوقاية ١/١٩٥، شامي ٢/٣٩٨ زكريا، البحر الرائق ٢/١٧ کوئٹہ).

ينبغي أن يكون مقدار طولها ذراعًا، وينبغي أن يكون في غلظ قدر أصبع۔ (المحيط البرهاني ٢/٢١٦، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / مسائل السترة ٢/٢٨٦، رقم: ٢٤٤٠ زكريا، الدر المختار ٢/٤٠٢ زكريا)

وفي الموسوعة الفقهية: اتفق الفقهاء على أنه يستحب في السترة أن تنصب أو تغرز أمام المصلي وتجعل على أحد حاجبيه، وهذا إذا كان غرزها ممكناً وإلا بأن كانت الأرض صلبة مثلاً فهل يكفي وضع السترة

أمام المصلي طولا أو عرضاً؟

اختلف الفقهاء في ذلك، فقال الحنفية: يلقي ما معه من عصا أو غيرها كأنه غرز ثم سقط، وهذا اختيار الفقيه أبي جعفر، واختار بعضهم انه لا يجزئ، وان لم يجد ما ينصبه فليخط خطا بالعرض مثل الهلال أو يجعله طولا بمنزلة الخشبة المغروزة أمامه فيصير شبه ظل العصا، وهو اختيار المتأخرين من الحنفية. (24/182).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الاسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير أعظم جره الهند --------

یکم رمضان المبارک 1439ھ___17_5_2018م الخميس

مسئلہ نمبر 14

ہر روزہ کی الگ الگ نیت

سوال: کیا رمضان کے ہر روزے کی نیت الگ الگ کرنا ضروری ہے.؟

المستفتی: ابو احمد پلڑہ ممبر پاسبان علم و ادب

الجواب بأسم الملهم للصدق و الصواب: حنفیہ کے یہاں رمضان کے ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے اس لیے اگر مسافر اور مریض نہ ہو اور شروع رمضان سے روزہ شروع کردے تو ضمناً نیت پائے جانے کی وجہ سے روزہ صحیح ہو جائے گا. قال النبي صلى الله عليه وسلم: " مَنْ لَمْ يُجْمِعْ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلا صِيَامَ له". (سنن الترمذي رقم الحديث 730)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُول لَا يَصُومُ إِلَّا مَنْ أَجْمَعَ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ (موطأ مالک رقم الحديث ٦).

وفي الدر المختار: ويحتاج صوم كل يوم من رمضان إلى نية ولو صحيحاً مقيماً تمييزا للعبادة عن العادة، وقال مالك وزفر: تكفي نية واحدة كالصلاة، قلنا: فساد البعض لا يوجب فساد الكل بخلاف الصلاة. (الدر مع الرد 3/344)

.هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الاسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير أعظم جره الهند ---------

1-9-1439ه 17-5-2018م الخميس

مسئلہ نمبر 15

بلا محرم حج وعمرہ

سوال: اگر کوئی عورت حج یا عمرے پر تنہا آئے تو کیسا ہے؟

المستفتی: محمد أزور ممبر پاسبان علم و ادب

الجواب بأسم الملهم للصدق والصواب: بوڑھی عورتوں کے علاوہ عام عورتوں کو بلا محرم حج وعمرہ پر جانا درست نہیں ہے، حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ اس سے منع فرمایا گیا ہے،

لیکن اس کے باوجود کوئی عورت بلا محرم حج یا عمرہ پر چلی جائے تو حج یا عمرہ ادا تو ہو جائے گا لیکن مکروہ تحریمی ہوگا.

نوٹ: عورتوں پر بلا محرم حج فرض نہیں اس لیے غیر فرض کی ادائیگی کے لئے حرام کا ارتکاب کرنا کوئی عقلمندی نہیں، اللہ ہر ایک کو دین کی سمجھ عنایت فرمائیں.

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم : لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفرا يكون ثلاثة أيام فصاعدا ، إلا ومعها أبوها ، أو ابنها ، أو زوجها ، أو أخوها ، أو ذو محرم منها . (صحيح مسلم ، الحج ، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره ، النسخة الهندية ١/ ٤٣٤، بيت الأفكار رقم: ١٣٤٠)

ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة ، وتحته في الشامية مع الكراهة ، أي التحريمية للنهي في حديث الصحيحين : لا تسافر امرأة ثلاثا إلا ومعها محرم ، زاد مسلم في رواية : أو زوج۔ (شامي ، کراچی ٢/ ٤٦٥، زکریا ٣/ ٤٦٥، غنیۃ الناسک، قدیم ١٢، جدید کراچی ٢٩).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الاسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير أعظم جره الهند --------

2_9_1439ھ 18/5/2018م الجمعة

شہر ادب سلطان پور کا ایک یاد گار سفر

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

علم وادب کی عظمت اور ذوق ومزاج کی لطافت اور رعنائی میں اس قدر کشش ہے کہ مادی فاصلے اس کی وجہ سے سمٹ جاتے ہیں، دل ونگاہ کی اجنبیت کی دیواریں منہدم ہوجاتی ہیں

اذہان و قلوب لمحوں میں محبت وخلوص کے مضبوط رشتوں سے وابستہ ہوجاتے ہیں، زندگی کے سفر میں اکثر وبیشتر ایسے خوبصورت لمحے پہلے بھی آتے رہے کہ صرف چند ساعتوں کی ملاقات مستحکم اور نفع بخش تعلقات کا پیش خیمہ بن جایا کرتی تھیں۔لیکن واٹس ایپ کی ایجاد نے جہاں بہت سے افراد کی زندگیوں کو ضیاع اور ذہنی عیش کوشیوں کے سمندر میں غرق کر رکھا ہے وہیں اس نے علم وادب اور شعر وسخن کے حوالے سے ارتباط قلوب اور انسلاک ذہن و دل کی راہیں بھی ہموار کی ہیں۔

واٹس ایپ پر علمی ادبی نشستوں کے ذریعے جن اہل نظر اور اہل سخن سے خلوص ووفا کے رشتے قائم ہوئے ہیں ان میں ایک معتبر نام محترم عامل صدیقی کا بھی ہے'جن کی شخصیت اپنے کردار کی بلندی اور اخلاق کی عظمت کے باعث بہت کم عرصے میں ہمارے دل ونگاہ کی توجہ کا مرکز بن گئی۔

---

* شیخوپور اعظم گڈھ

عامل صدیقی صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، نہایت باذوق اور خوش مزاج ہیں، شفاف فکر کے حامل ایک خوبصورت سخنورانہ شعور کے مالک ہیں، قادر الکلام شاعر اور نثر نگار ہیں، ان کے کلام میں سلاست و برجستگی کے ساتھ ساتھ معنوی گہرائی بھی ہے، علم عروض اور شاعری کے فنی جہان پر ان کی بڑی گہری نظر ہے، وہ شاعر بھی ہیں اور شاعر ساز بھی، ان کے دربار میں بہت سے طالب علم آئے اور سخنورانہ کمالات کے بام عروج پر پہونچ گئے یہ سلسلہ اب بھی پورے اہتمام سے جاری ہے، وہ پیشے سے ٹیچر ہیں اور سلطان پور شہر سے قریب ہی ایک کالج میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں ان مصروفیات کے باوجود شعر و سخن کے گیسو کم وبیش بیس سال سے سنوار رہے ہیں، ان کی ادبی خدمات موبائیل اسکرین کے ذریعے بھی جاری ہے اور ادبی نشستوں کے ذریعے ان کے دولت کدے پر بھی۔

محترم عامل صدیقی صاحب سے تعلق کی ابتدا تقریباً
ڈیڑھ سال پہلے ہی تحریروں اور تبصروں کے ذریعے ہوچکی تھی جو وقت کے ساتھ مضبوط دوستی کے رشتے میں بدل گئی، اس بار میں جب وطن اعظم گڈھ آیا اور انہوں نے اپنے دولت کدے پر حاضری کی دعوت دی تو سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ اس لیے کوئی چارہ نہیں تھا، کہ ان کی شیریں گفتاری، اور خلوص والفت نے انکار کی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی تھی اور یوں بھی ملاقات وحصول نیاز کی خواہش ادھر سے بھی تھی، اب جب حاضری کی دعوت ملی تو پروگرام بھی اچانک بن گیا۔

شاہ گنج سے بیس کلو میٹر کے فاصلے پر سلطان پور روڈ پر ہمارے رفیق درس اور مخلص دوست مولانا محمد خالد صاحب قاسمی کا گاؤں ہے'جو اسلام آباد کے نام سے موسوم ہے'،ان کا بھی اصرار تھا کہ میں ان کے ہاں آؤں۔اور ان کے مدرسے کا مشاہدہ کروں۔

مولانا خالد صاحب قاسمی ایک باصلاحیت عالم دین ہیں شعر وادب کا اچھا ذوق رکھتے ہیں،اور بہترین مدرس بھی ہیں عربی زبان پر انہیں خاصی دسترس حاصل ہے'، اس کے علاوہ وہ انتہائی جفاکش، محنتی ،حوصلہ مند اور باہمت ہیں، منزلوں پر رسائی کی بے پناہ قدرت سے مالامال ہیں، دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ دینیہ اشاعت العلوم کوٹلہ اعظم گڈھ میں طویل عرصے تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد علاقے کے علمی تقاضے کی آواز پر انھوں نے اپنے والد مولانا حکیم الدین امینی کی سرپرستی میں تعلیم نسواں کی درسگاہ کھولی، اور مسلسل جد وجہد اور قابل رشک سرگرمیوں کے باعث قلیل عرصہ میں اسے ادارے کی شکل دے دی، اس وقت متعدد درسگاہوں کی تعمیر کے علاوہ چار عدد طالبات کے ٹرانسپورٹ کے لئے گاڑیاں بھی دستیاب کرلی ہیں اس پر گاؤں سے باہر وسیع اراضی کا حصول مستزاد۔اس وقت یہ ادارہ ترقی کی شاہراہوں پر تیزی سے گامزن ہے'اور علاقے کی توجہ کا مرکز ہے'۔۔

مولانا خالد صاحب کے والد صاحب بھی جید عالم دین اور عربی ادب پر زبردست

قدرت رکھنے والے ادیب بھی ہیں، ہمارے استاذ ومربی اور استاذ العلماء حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی اور ہندوستان کے جلیل القدر عربی کے انشاء پرداز مولانا نور عالم خلیل امینی استاذ دارالعلوم دیوبند وایڈیٹر ماہنامہ الداعی عربی کے معاصر ہیں، دودہائیوں سے زیادہ عرصہ تک مع فیملی دیار رسول مدینہ منورہ میں بحیثیت لائبریرین مقیم تھے، وہاں سے آنے کے بعد حضرت مولانا اعظمی کے ایماء پر شیخ الاسلام شیخوپور میں شعبہ عربی کے استاذ ہوگئے ساتھ میں حکمت بھی جاری تھی،فی الوقت اپنے وطن ہی میں مدرسہ نسواں کے استاذ اور سرپرست ہیں،

مولانا انتہائی خلیق، متواضع اور درویش صفت ہیں، انہیں دیکھنے کے بعد اندازہ ہی نہیں ہوتا ہے کہ یہ جہاندیدہ عالم اور زبردست ادیب ہیں، سادگی اور اخلاص ان کی ذات کی شناخت بن چکی ہے۔

مولانا خالد صاحب سے میں نے پروگرام کی اطلاع دی جس پر وہ بہت خوش ہوئے چنانچہ میں اپنے دوست محمد اعظم خان کے ساتھ انہیں کی بائیک سے 2020/26/ اگست کی سحر میں چار بجے شاہ گنج کے لئے روانہ ہوگیا، گاؤں سے باہر علم وادب کی دنیا کی عظیم شخصیت علامہ شبلی نعمانی کی شاہراہ پر آیا توغیر مسلم نوجوانوں کی ایک لمبی قطار نظر آئی جوسڑک کے دونوں کناروں پر نیم عریاں ورزشی دوڑ میں سرگرم تھی،اس منظر نے مسلمانوں کی کاہلی اور ان کی عیش کوشیوں کی کربناک تصویر نگاہوں کے سامنے کردی، مسلمان اس وقت پورے عالم کے علاوہ ہمارے ملک میں

بھی پسماندگی کی انتہا پر ہیں اور ذلت وخواری کا رونا روتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس پستی کے ذمہ دار وہ خود ہیں، اسلام نے سحر خیزی کے عمل کی ہدایت دی ہے'مگر اس وقت یہ قوم سوتی ہے'،جن کے پاس کسی دستور کا سرمایہ نہیں ہے'وہ اس وقت بیدار ہوکر صحت مندی کی دولت حاصل کررہے ہیں،کس قدر عبرت ناک ہے'یہ منظر۔۔۔

گرمیوں میں سحر کا وقت بہت سہانا اور خوشگوار ہوتا ہے'ہلکی ہلکی نسیم جسم وجاں میں سرور ومستی کی کیفیت پیدا کررہی تھی، راستہ بالکل خالی اور فضا بہت خنک اور شفاف تھی،اسی عالم کیف میں ہم دونوں فرد معتدل رفتار سے رواں دواں تھے، ساڑھے سات بجے ہم اسلام آباد مولانا خالد کے یہاں پہونچ گئے، یہاں ان کے چھوٹے بھائی حافظ طارق،مولانا معاویہ اور ان کے بھانجے افضل اللہ سلمہ استقبال کے لئے موجود تھے، مولانا نے ناشتے کا پر تکلف انتظام کررکھا تھا مختلف قسم کی سبزیاں اور دوسری چیزیں تھوڑی دیر میں دسترخوان پر حاضر ہوگئیں فریش ہوکر اطمینان سے ناشتہ کیا گیا،اور آٹھ بجے مولانا کی فور ویلر گاڑی سے دوست پور کی طرف روانہ ہوگئے۔

اسلام آباد سے پینتیس کلومیٹر کے فاصلے پر قصبہ دوست پور جو ضلع سلطان پور ہی کا حصہ ہے کے قریب شیر خان پور کی بستی ہمارے دوست مولانا اسعد صاحب کا وطن ہے'، مولانا اسعد صاحب نے مدرسہ عربیہ دعوۃ الحق دوست پور میں عالمیت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے فضیلت حاصل کی ہے،گھر کے سارے

افراد گوونڈی ممبئ میں طویل عرصے سے مقیم ہیں میرے ان سے تعلقات ممبئ سے ہی ہیں، لاک ڈاؤن میں ان کے اہل خانہ وطن آئے تھے اب دو تین روز میں ان کی واپسی تھی مولانا اسعد صاحب ہی کیوجہ سے اس سفر کا پروگرام اس قدر عجلت میں میں بنا ورنہ ارادہ دس بارہ روز بعد سفر کا تھا۔

مولانا اسعد قاسمی ابھی نوجوان ہیں،نہایت خوب رو،خوش مزاج اور بااخلاق و مخلص ہیں، ملنسار اور مجلسی ہیں، علمی و ادبی ذوق بھی رکھتے ہیں،اچھے حافظ اور قاری بھی ہیں، ممبئ میں بہت دونوں تک میرا روڈ کے ایک مسجد میں امامت وخطابت کے اور وسئ میں انگلش میڈیم اسکول میں دینیات کا فرائض بھی انجام دیئے ہیں،فی الحال اندھیری کے علاقے میں ایک کوزموٹراویل نامی کمپنی میں عربی سے انگلش ٹرانسلیشن کی خدمت پر مامور ہیں،

ساڑھے نو بجے مولانا اسعد صاحب کے دیار میں ہم داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ بلٹ پر سوار ہماری گاڑی کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں سلام کے بعد ان کی رہنمائی میں گھر تک آئے، گھر کے باہری حصے میں مرصع چادر سے آراستہ بیڈ آرام کیلئے موجود تھا، اطمینان سے بے تکلف ہوکر دراز ہوگئے، تھوڑی دیر میں ان کے والد صاحب اور چھوٹے بھائی سے ملاقات ہوئی،ان کے والد بہت دلچسپ اور باغ وبہار آدمی ہیں،بہت فیاض اور مہمان نواز ہیں،چائے وغیرہ کے تھوڑی دیر بعد پر تکلف اور لذیذ قسم کا ناشتہ آیا اور سیر ہوکر کارواں کے ہر فرد نے کھایا۔مولانا اسعد کا گاؤں صرف آٹھ

دس گھروں پر مشتمل ہے،اور یہ ایک ہی خاندان کی شاخیں ہیں، چاروں طرف باغات اور سبزہ زاروں سے گھرا ہوا ہے،ناشتے کے بعد باغات کی سیر بھی ہوئی نارنگی کا جدید پھل بھی نظر آیا جو سائز اور وزن میں ایک ایک کلو کے برابر تھا متعدد پھلوں کو توڑ کر گاڑی میں بھی رکھا گیا۔پھر مولانا اسعد صاحب کے والد اور دیگر میزبان سے مصافحہ کرکے گیارہ بجے سلطان پور کی طرف نکل گئے ساتھ میں مولانا اسعد صاحب بھی تھے،

راستے میں ہمارے اصل میزبان محترم عامل صاحب سے راستے کی رہنمائی کے سلسلے میں باتیں ہوتی رہیں اور مقررہ وقت کے مطابق آسانی سے ہم بارہ بجے شہر سلطان پور سے متصل پیارے پٹی پہونچ گئے،یہاں پہلے سے عامل صاحب روڈ پر ہی استقبال کے لئے موجود تھے ان کی رہنمائی میں مستقر تک آئے،گھر کے قریب ہی گاڑی سے اترے اور پرتپاک انداز اس شان سے مصافحہ اور معانقہ ہوا جیسے۔

ملا ہو جیسے صدیوں بعد کوئی

ہماری حاضری سے ان کے چہرے کی خوشی،اورپیشانی کی رونق بتار رہی تھی کہ عامل صاحب جس قدر لفظوں کی دنیا میں کردار کی بلندی پر نظر آرہے تھے اس سے کہیں زیادہ عمل اور حقیقت کی زمین پر وہ روشن ہیں، اور بلند ہیں، بلکہ ان کے سلوک،ان کی محبت اور ان کی مہمان نوازی اور تواضع وخاکساری کو دیکھ کر اس اعتراف کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ وہ شعر و ادب کے ساتھ ساتھ مشرقی اقدار وروایات اور انسانیت

کے بھی نمائندہ ہیں، ان کی شخصیت شیریں گفتار، زندہ دل، انسانیت نواز اور محبت و شرافت کا خوبصورت پیکر ہے۔ ان کا مکان قدیم ہے مگر بالکل کشادہ ،مہمان خانے میں سلیقے رکھی ہوئی کرسیوں پر ہم نے اپنی جگہیں سنبھال لیں،ناشتہ اور چائے سے جسم کی پیاس بجھائی گئی، اس دوران والہانہ انداز میں گفتگو بھی جاری تھی، نماز کا وقت ہوا تو شہر کی بلال مسجد میں نماز ادا کی گئی،یہ مسجد شہر کی نہایت وسیع مسجد ہے'، اس خطے میں اتنی بڑی مسجد شاید نہیں ہے'، بہت عالی شان،اور مضبوط ہے'لطف کی بات ہے'کہ یہ عامل صدیقی صاحب ہی کوششوں اور جد وجہد کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے،اور تادم تحریر اس کے متولی بھی یہی ہیں،اس سے ان کے اسلامی مزاج اور شریعت سے دلچسپی ومحبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نماز کے بعد مشہور ڈش عمدہ قسم کی بریانی اور رائتہ وغیرہ کا دور چلا، جسے سارے رفقاء نے شوق سے کھایا،کچھ کھانے کی عمدگی اور کچھ میزبان کے خلوص نے اس کی لذت میں اضافہ کردیا طبیعت سیر ہوگئی۔

محترم عامل صدیقی صاحب اردو زبان سے جنون کی حد تک عشق رکھتے ہیں،اس کی ترویج و حفاظت کے لئے انہوں نے اپنے گھر کے سامنے ہی دوسرا گھر جو ان کے خاندان کا ہے، اور بہت قدیم ہے اور آرام دہ ہے'،وضع اور ساخت میں لکھنوی طرز اور نوابی شان جھلکتی ہے، اہل خانہ دوسرے مقام پر رہائش پذیر ہیں اس لیے اسی گھر کو انھوں نے شعری نشست گاہ بنا لیا ہے اور وقتاً فوقتاً وہ اہل ادب اور علاقائی شعرا کو

یہاں مدعو کرتے ہیں اور اس مکان کے وسیع لان میں کبھی مصرع طرح اور کبھی آزاد مشاعرہ منعقد کرتے ہیں، آج جب انہیں معلوم ہوا کہ میں آرہا ہوں تو انہوں نے محض محبت اور حسن ظن کی بنیاد پر اہل تعلق شعرا واستاذ الشعرا میں میری تعریفوں کے پل باندھ کر انہیں یہاں تشریف لانے پر مجبور کر دیا، اور ناچیز کے اعزاز میں شعری نشست کا انعقاد کر دیا، ظہر کے بعد سب سے پہلے عالی جناب محترم حبیب اجملی صاحب تشریف لائے پرجوش انداز میں سلام ومصافحہ ہوا،

محترم حبیب اجملی صاحب شعر وسخن کی دنیا کے تاجور شہرہ آفاق شاعر اجمل سلطان پوری کے صاحبزادے ہیں اردو شاعری سے دلچسپی رکھنے والا شاید ہی کوئی ہو جو ان کے نام سے ناواقف ہو، اجمل صاحب مرحوم کی وطن کی محبت پر لکھی ہوئی نظم،، کہاں ہے میرا ہندوستان، میں اس کو ڈھونڈ رہا ہوں، نے پورے ملک میں لوگوں کو وطن کی عظمت سے سرشار کر دیا، حبیب اجملی صاحب اپنے والد مکرم کے شعری سرمایہ کے امین اور ان کی فکر ونظر کے پاسدار ہیں، انہیں کی طرح برجستہ غزل کہتے ہیں، پیشے سے استاذ اور کالج کے ٹیچر ہیں مگر تدریسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ شعر وسخن کی سرگرمیاں بھی ہمیشہ سے جاری رہیں، ان کی عمر کا کارواں بچپن سے ساٹھ کے درمیان ہے' مگر فن ہے کہ ہر قدم اس کا عروج پر ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی ملنسار، متواضع اور زندہ دل ہیں، شاعرانہ طبیعت کے باوجود مزاج دینی اور اسلامی ہے، ادب نواز کے ساتھ علماء نواز ہیں، ان سے ملاقات کے بعد دل نے گواہی دی کہ

واقعی یہ شخص کس قدر عظیم ہے ،
کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جناب عامل صاحب اور ان کے رفیق محترم حبیب صاحب کے ساتھ دوسرے مکان کے وسیع کمرے میں ہم لوگ حاضر ہوگئے، یہ ہال جدید سہولتوں سے آراستہ ہے، چاروں طرف کرسیاں اور صوفے ہیں درمیان میں ناشتے کے لوازمات سے سجی ہوئی میز،
یہیں دوسرے شعراء تشریف لائے ہر ایک سے سلام ومصافحہ ہوا، تبادلہ خیال کے بعد ہمارے میزبان عامل صدیقی صاحب کی نظامت میں محفل کا آغاز ہوا اور سب سے پہلے محترم غفران صاحب کو دعوت سخن دی گئ
غفران صاحب نے دوغزلیں ترنم سے سنائیں، جس قدر کلام معنٰی آفرینی اور شعریت سے پر تھا اسی طرح ان کی آواز کا زیروبم اور لہجہ بھی مسحور کن تھا، حیرت ہوئی کہ یہاں ایسے ایسے گوہر نایاب گمنامی میں ادب کی خدمت کررہے ہیں، ان کے کلام میں برجستگی کے ساتھ اشعار کے تمام محاسن موجود تھے، جو دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے، غفران صاحب ایک اسکول میں ٹیچر ہیں تدریسی خدمات کے ساتھ اہتمام سے مشق سخن بھی جاری ہے،
ان کے بعد ناظم صاحب نے دوسرے شاعر الف سین قادری صاحب کو آواز دی انہوں نے تحت اللفظ اشعار سنائے ہر شعر ان کے شعری شعور کا ترجمان اور قلب وذہن میں نشاط پیدا کرنے والا تھا سامعین کی بے ساختہ داد وتحسین میں انھوں نے

کھل کر دوغزلیں شاعرانہ لب ولہجہ میں پیش کیں، ان کی غزلوں کو سن کر اندازہ ہوا کہ ان کا تخیل بہت بلند اور ان کی فکر بہت گہری ہے، اپنے کلام سے انھوں نے فن کی دسترس کا ذہن و دل پر خوبصورت نقش چھوڑدیا، الف سین قادری صاحب ابھی بالکل جوان ہیں، چہرہ کشادہ وسیع فکر کا غماز،اور شرافت کا آئینہ،

قادری صاحب کے بعد ناظم مشاعرہ نے شعری دنیا کی عظیم شخصیت کو دعوت سخن دی اور تعارفی خاکہ بھی پیش کیا۔

جناب وجہ القمر صاحب زبردست شاعر ہیں، ان کے تخیل کی بلند پروازی فلک رسا ہے ان کی صلاحیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے زندگی کے عنوان پر گیارہ سو اشعار کہہ ڈالے ہیں اور دل کے عنوان پر آٹھ سو، علم و ادب کی دنیا میں ماضی سے حال تک یہ حیرت انگیز کارنامے سے کم نہیں ہے' زندگی کے نام سے ان کا شعری مجموعہ بھی یوپی حکومت کے تعاون سے منظر عام پر آچکا ہے، وجہ القمر صاحب انتہائی زود گو اور قادر الکلام استاذ شاعر ہیں، عمر کے لحاظ سے ساٹھ سے ستر کے پیٹے میں ہوں گے، جسم کے اعتبار سے نحیف مگر حوصلے جوان اور فکر و نظر شباب کی منزلوں پر اب بھی ہے، تاہم جس قدر وہ فن کے لحاظ سے بلند ہیں اسی قدر عمل کی دنیا میں انتہائی متواضع،

شہرتوں سے کوسوں دور اور خرد نواز ہیں،انھوں نے بڑی محبت اور شفقت کا ثبوت دیا جو دل پر نقش ہے'، اعظم گڈھ کا دیار ان کے لئے کبھی اجنبی نہیں رہا ان کے اسفار

علمی حوالے برابر ہوتے رہتے ہیں،انھوں نے ہمیں رفقاء سفر کو اپنا شعری مجموعہ بھی عنایت فرمایا۔ وجہ القمر صاحب نے بھی شاندار قسم دوغزلوں سے نوازا، جس میں شعریت کے علاوہ حالات کی منظر نگاری بھی تھی اور رومانی جہان بھی۔

محفل پورے شباب پر تھی اور حاضرین عالم کیف میں تھے

عامل صدیقی صاحب نے پھر ایک نوجوان شاعر محترم لئیق اثر صاحب کو دعوت سخن دی لئیق اثر صاحب نے اپنی غزلوں سے نشست کو مزید بلندیاں عطا کیں، ایک سے ایک خوبصورت اشعار سے سماعتیں محظوظ ہورہی تھیں، ان کے کلام نے بھی اس راز سے پردہ اٹھایا کہ وہ عمدہ اور گہرے مشاہدے اور اظہار بیان کی قدرت رکھنے والے شاعر ہیں، ان کے ترنم نے شعر وں میں مزید جان پیدا کردی، اور سامعین بے خود سے ہوگئے،ان کے اشعار کے حسن وجمال اور ترنم ریزی نے لوح قلب پر بڑا خوبصورت نقش قائم کیا۔

لئیق صاحب کے بعد اب صدر محفل واجب التعظیم حبیب اجملی صاحب کے کلام سے ہمیں لطف اندوز ہونا تھا مگر اسی دوران رفقاء کے درمیان سازشیں ہوئیں اور ناظم صاحب کے پاس رقعہ پہونچ گیا کہ میں بھی ترنم سے غزل اور نعت پڑھتا ہوں،حالانکہ یہ چیز ماضی کی سرنگوں میں کہیں گم ہوچکی ہے' اچانک عامل صاحب نے ہمارا نام بھی پڑھنے کے لئے پکارا،میں تو حیرت زدہ رہ گیا،پہلے سے بالکل تیاری نہیں تھی معذرت کی لیکن نامنظور، مجبور ہوکر حق کانپوری کی ایک غزل کے چند مصرعے نذر

کئے حاضرین نے بڑی محبت اور دلچسپی سے سنا اور بڑے والہانہ انداز میں تحسین سے نوازا۔

آخر میں محفل سخن کی آخری کڑی کشور سخن کے حکمراں محترم حبیب اجملی صاحب کو بڑے ادب سے دعوت سخن دی گئی، اور وہ مکمل کیف و مستی کے عالم میں غزل سرا ہوئے،

ہر شعر ان کے استادانہ فن کی ترجمانی کررہاتھا،دوغزلیں مسلسل انھوں نے سناکر محفل کو عروج پر پہونچا دیا، طبیعت جھوم اٹھی،ہر طرف نشاط ہی نشاط تھا، اجملی صاحب کے کلام میں برجستگی ورعنائی بھی ہے'اور سلاست روانی بھی، معنٰی آفرینی بھی ہے اور مشاہدات و تجربات کی گہرائی بھی، فن کی عظمت بھی اس میں ہویدا ہے'اور زبان وبیان کا حسن بھی،حالات حاضرہ کی منظرکشی بھی ہے اور واردات قلب کی داستان بھی،

غموں کی لہریں بھی ہیں اور غزل کی رنگینیاں بھی۔

حبیب صاحب اس عہد میں شعری دنیا کے عظیم سرمایہ ہیں،وہ قادر الکلام اور عہد حاضر کے ترجمان سخنور ہیں، قریب ہی ایک کالج کے ٹیچر ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کی زلف پریشاں کو سنوارنے کا عمل بھی آغاز شباب سے جاری ہے'اس وقت انھوں نے اپنے والد اجمل سلطان پوری کا شعری مجموعہ،، قفس تا قفس،، کے نام سے شائع کرکے شاعری کی دنیا میں خوبصورت سرمایہ کا اضافہ کیا ہے'خود ان کا شعری

مجموعہ، الفاظ کے غبار میں،،منظر عام پر آچکا ہے'،اس سے ان کی ادبی سرگرمیوں کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے'، انھوں نے ازراہ محبت مذکورہ دونوں مجموعے ناچیز کو عنایت کئے، حبیب صاحب بہت زندہ دل اور باغ وبہار شخصیت کے مالک ہیں ان کی موجودگی سے محفل قہقہ زار اور زعفران زار بن جاتی ہے ،انھوں نے پروگرام کے بعد کئی مزاحیہ واقعات سنا کر مجلس کو شوخ فضا میں بدل دیا۔

آخر میں ہمارے میزبان محترم عامل صدیقی کے حکم سے ہم نے تاثرات کا اظہار کیا اور عرض کیا ہے'ملک بھر روایتی اسٹیج کے مشہور مشاعروں کے مقابلے میں حقیقتاً اردو کی خدمت انہیں مختصر اور گمنام محفلوں سے ہورہی ہے'جس میں مادیت اور خود غرضی کا کہیں گذر نہیں ہے،جہاں صرف اردو زبان کی محبت ہے،اس کے تحفظ کی فکر ہے'،اس کی اشاعت کی تڑپ ہے، اخلاص ووفا ہے، صداقت کی روشنی اور سچائی کے اجالے ہیں۔

قوم کی یہ بدمذاقی ہے'کہ جنہیں شاعری کا ذرا بھی شعور نہیں ہے'اور بے مقصد تک بندیوں سے سستی شہرت حاصل کرکے لاکھوں کی رقم کا مطالبہ کرتے ہیں اور انتظامیہ سے اصول لیتے ہیں انہیں سر پر بٹھاتی ہے۔اور اس طرح خاموشی سے ادب کی خدمت کرنے والوں سے بے اعتنائی کرتی ہے'۔اس تاریخی نشست کا اختتام میری تلاوت سے ہوا،پھر چائے ناشتے کا دور چلا، چار بج چکے تھے، دل تو چاہ رہا تھا ابھی کچھ اور وقت اس کہکشاں میں گذارا جائے مگر وقت تنگ تھا اس لیے بادل ناخواستہ ہم نے

رخصت کی اجازت چاہی، احباب کی بھی شکایت تھی کہ ہم نے انہیں وقت نہیں دیا،بہرحال آئندہ کی ملاقات کا وعدہ کرکے علم و ادب اور اخلاق وکردار کی خوبصورت یادوں کے ساتھ پیارے پٹی کے اس ادبی محلے سے ہم رخصت ہوئے،آبادی سے باہر عامل صاحب چھوڑنے آئے،

تھوڑی دیر کے بعد ہم محو گفتگو تھے کہ اچانک گاڑی کے سائڈ کے دونوں پہیئے سڑک سے نیچے اتر گئے،ایک لمحے کے لیے بد حواسی سی چھائی،فورا اہل محلہ حاضر ہوگئے،ہمارے پیچھے غفران صاحب بھی بائیک سے آرہے تھے فورا انہوں نے عامل صاحب کو فون کردیا وہ بھی آگئے اب بیسیوں نوجوان جمع ہوکر اس گاڑی کو ہی اٹھا دیا اس طرح یہ بڑا مسئلہ حل ہوگیا، نوجوانوں کی محنت،اور جد وجہد نیز ان کے بغیر کہے ہوئے فورا تعاون سے اندازہ ہوا کہ یہاں ابھی اخوت ومحبت زندہ ہے'،اتحاد وہمدردی کی خوبصورت فضا باقی ہے'،ورنہ اس مادی اور خود غرض دور میں یہ چیز بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہاں پھر سارے لوگوں سے سلام کے بعد روانہ ہوئے غفران بھائی مین روڈ تک آئے،الوداعی مصافحہ ہوا اور پھر ہم دوست پور کے لئے واپس ہوگئے،مولانا اسعد صاحب کو ان کے گھر چھوڑکر کر مغرب کے بعد اسلام آباد آئے، یہاں عشاء کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا ،پھر مولانا خالد کے مدرسے کی زمین کا معائینہ کیا، جسم تھک چکا تھا، اس لیے جلدی سو گئے صبح فجر کی نماز بعد ناشتے سے فارغ ہو کر اعظم بھائی کے ساتھ واپس ہوئے اور دس بجے منزل پر پہونچے۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

عقل اور وحی

بقلم :- مولانا ولی اللہ مجید قاسمی۔

طوفان نوح کے موقع پر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: اسلام قبول کرکے ہماری کشتی پر سوار ہوجاؤ۔ بیٹے نے عقل کے بھروسے جواب دیا:

سآوي إلى جبل يعصمني من الماء.

میں پہاڑ پر چڑھ کر پانی سے محفوظ ہوجاؤنگا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے وحی کے ذریعے اطلاع دی:

لا عاصم اليوم من أمر الله.

آج اللہ کے حکم سے کوئی کسی کو بچانے والا نہیں ہے۔

اور وحی کے سامنے عقل استعمال کرنے کا نتیجہ یہ نکلا:

فكان من المغرقين.

ڈوبنے والوں میں وہ بھی شامل ہوگیا۔

جو شخص بھی کتاب وسنت پر عقل کو مقدم رکھتا ہے وہ خواہش نفسانی اور بدعات کے سمندر میں غرق ہوجاتا ہے، اور جو شخص شریعت کے مقابلے میں عقل استعمال کرنے کا عادی ہوتا ہے تو اس کا ایمان برقرار نہیں رہتا۔۔۔۔۔۔۔ (علامہ ابن تیمیہ)

5 ستمبر یوم اساتذہ

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

5/ ستمبر 1888ء کو ملک کے دوسرے صدر جمہوریہ (مدت صدارت 14 مئی 1962ء – 13 مئی 1967ء) اور ماہرِ تعلیم ڈاکٹر سروے پلی رادھا کرشنن کی پیدائش ہوئی تھی۔ جب وہ صدر بنے تو ان کے کچھ شاگردوں اور دوستوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم لوگ آپ کا یوم پیدائش منانا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر وہ خوش ہوئے اور ان لوگوں کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ میرا یوم پیدائش منانا چاہتے ہیں تو اسے یوم پیدائش نہیں بلکہ یوم اساتذہ کے طور پر منائیں، جس سے مجھے بے انتہا خوشی ہوگی۔ اساتذہ کے تئیں ان کی یہ سوچ اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ ان کو درس و تدریس سے کتنا لگاؤ تھا۔ اسی کے مد نظر اس دن کو پورے ملک میں "یوم اساتذہ" کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشن نے اپنی زندگی کے 40/ سال استاذ کے طور پر گزارے تھے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن اپنے تبحر علمی کے سبب کئی میدانوں میں ماہر تھے۔ ان کی عمیق دل چسپی کا موضوع تقابلی مذہب تھا۔ وہ مشرق اور مغرب کے تفکرات کے مطالعے اور تجزیے میں خاص مقام رکھتے تھے۔ بہ حیثیت ایک مدرس کے وہ کئی عظیم تعلیمی

عہدوں پر فائز رہے تھے۔ ان میں کلکتہ یونیورسٹی میں کنگ جارج ففتھ چیئر آف مینٹل اینڈ مارل سائنس (1921-1932ء) اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسپالڈنگ پروفیسر آف ایسٹرن ریلیجن اینڈ ایتھیکس (1936-1952ء)۔ عالمی یوم اساتذہ دنیا کے کئی ممالک میں ہر سال 5 / اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔

یوم اساتذہ منانے کا مقصد معاشرے میں اساتذہ کے اہم کردار کو اجاگر کرنا ہے۔ * اساتذہ کو * ہر زمانے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے؛ کیونکہ استاذ علم کے حصول کا براہ راست ایک ذریعہ ہے، اساتذہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ طلبہ کی صحیح سمت میں رہنمائی کریں تو دوسری طرف طلبہ کے لئے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ علم کے متلاشی بنیں، سیکھیں اور تحقیق کریں تب ہی ان کا مستقبل سنور سکتا ہے۔ شخصیت سازی اور کردار سازی میں استاتذہ ہی معاون کردار ادا کرتے ہیں۔

* اسلامی تعلیم میں * بھی استاذ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ "إنما بعثت معلمًا" (سنن ابن ماجه:229) کہ مجھے ایک معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ کی ذات گرامی معلم انسانیت تھی، انسانیت کو جہالت کی عمیق گھرائی سے نکال کر راہ راست پر لادیا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اسلام میں بھی استاذ کا مقام و مرتبہ نہایت بلند و بالا ہے۔اسی لیے کہا

جاتا ہے کہ اساتذہ کسی بھی معاشرے کے معمار ہوتے ہیں، قومیں نئ نسل میں اپنی اقدار اور روایات کی تشکیل جن اداروں کے ذریعہ کیا کرتی ہیں ان میں اساتذہ سرفہرست ہیں، قوم کے بچوں کو حرف شناسی سے لیکر قومی و ملی امنگوں سے ہم اہنگ تک اساتذہ اپنے کردار کو بخوبی نبھاتے ہیں۔ استاذ وہ ہستی ہے جو ہمیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھاتی ہے، اساتذہ کی خدمات کا کوئی نعم البدل نہیں سوائے اس کے کہ ہم انکا دل سے احترام کریں اور جو اس دنیا میں نہیں ہے انکے لیے دعائے خیر کریں۔ اللہ رب العزت ہم لوگوں کو اپنے اساتذہ کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

انمول موتی

بقلم :- مولانا منصور احمد جونپوری

اصل میں جب کسی سے اختلاف ہوتا ہے تو اختلاف درج کرانے کی دو صورتیں ہوتی ہیں

1 ایک غائبانہ

2 روبرو

غائبانہ میں بات بگڑتی زیادہ ہے بنتی کم ہے

روبرو میں بات بنتی زیادہ ہے بگڑتی کم ہے

حکیم عبدالحمید مرحوم

بقلم :- ڈاکٹر ارشد قاسمی

حکیم عبدالحمید مرحوم جیسے ادارہ ساز ، شخصیت شناس ، منصوبہ گر صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں وہ غلام ہندوستان میں آزاد فکر کے ساتھ پیدا ہوئے تھے اور اسی آزادئ فکر و وسعتِ نظر نے انھیں سنہ سینتالیس کی اجڑی دلی کو بھی آباد کرنے کا حوصلہ بخشا وہ چاہتے تو برادر حکیم سعید مرحوم کے ساتھ کرچی وجود کو کراچی لے جاتے مگر وہ تغلق آباد کی ویرانی کو چاندنی چوک کی چمک دینا چاہتے تھے وہ آثارِ قدیمہ کو افکارِ جدیدہ کا حسنِ امتزاج بخشنا چاہتے تھے وہ خون آشام دلی کو بلکہ ہندوستان کو علم و تحقیق کی صبحِ پر فضاء میں بدلنا چاہتے تھے فرار انکے نزدیک موت اور قرار زندگی تھا اور اس صفحۂ حیات پر مسلمانوں کا روشن مستقبل لکھنا چاہتے تھے ۔

جب انھیں عزایمِ آہنی کے ساتھ پنڈت نہرو کو بلایا تو انھیں یقین نہیں آیا نہرو جی نے اس نحیف و نزار پیوندزدہ شیروانی میں ملبوس شخص کے ارادوں کو سنا تو دنگ رہ گئے کہنے لگے یہ کام تو حکومتیں کرتی ہیں لیکن جب کچھ ہی سال بعد افتتاح کے لئے مدعو کیا انھیں یقین بھی آیا اور رشک بھی

نہرو جی نے یہ بھی سوچا ہو گا یہ ایسی ملت کا فرد ہے جس کا جنون ہی خرد ہے اور جس میں یقین محکم پیدا ہو جائے تو ہر فرد ادارہ و اکیڈمی ہے

جب انکے والد حکیم حافظ عبدالمجید مرحوم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو دواسازی کے تمام آلات بشمول دوائیں لال کنواں کے کرایہ کے ایک کمرہ میں سمٹ گئی تھیں مگر جب ۱۹۹۹ میں حکیم عبدالحمید رخصت ہوئے تو پوری دنیا روح افزاء کے ذائقۂ لاجواب سے آشنا ہوچکی تھی

۲۶ اداروں کا قیام جی ہاں ۲۶ اداروں کا قیام

انکا مرہونِ منت ہے یہ کیسے ممکن ہوا ؟ یہ ایک دلچسپ موضوع ہے اور اداروں کے ذمہ داران، اور زندگی میں کچھ کر جانے کا حوصلہ و ولولہ رکھنے والوں کو ضرور انکی زندگی پڑھنا چاہیئے سبق حاصل کرنا چاہیئے

ڈاکٹر ارشد قاسمی

ھمدرد ۲۰۰۴ـ ۲۰۱۰

ایک تعزیتی سفر

بقلم :- مولانا ضیاء الحق خیر آبادی (حاجی بابو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(مولانا معزالدین صاحب گونڈوی کے وطن] دتلوپور ضلع بلرام پور[میں چند گھنٹے)

میرے مشفق وکرم فرما بزرگ مولانا معزالدین صاحب(متوفی:۱۳ستمبر ۲۰۲۰ئ) کا حادثۂ وفات ایک قومی وملی سانحہ ہونے کے ساتھ میرے لئے ایک ذاتی سانحہ ہے، ان کا انتقال دہلی میں ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی ، جس میں حاضری ممکن نہ تھی۔ مولانا کی بیماری کے ایام میں ان کے صاحبزادے ابوبکر سلّمہ اوران کے سبھی بھائی دہلی میں تھے، انتقال کے بعد ان کے والد گرامی مولانا عبد الحمید صاحب بھی پہنچ گئے ۔ تدفین کے بعد جب یہ لوگ وطن آگئے تو طبیعت کا شدید تقاضا تھا کہ ان کی خدمت میں حاضری دی جائے، کہ ان حضرات سے مل کر، باتیں کرکے غم کو بانٹا اور ہلکا کیا جائے۔ پروگرام یہ تھا کہ بائی کار سفر ہو ، لیکن کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آتی رہی اور سفر موخر ہوتا رہا۔ مولانا مرحوم کے برادران گرامی قدر مفتی وحید الدین ، مفتی قطب الدین، مفتی اسعد الدین صاحبان گھر پر تھے، ۲۲ ستمبر منگل کو یہ لوگ اپنی اپنی جائے ملازمت پر روانہ ہونے والے تھے ،دوشنبہ تک سفر کی کوئی شکل بنتی نظر

نہیں آرہی تھی ، تو میں نے ٹرین سے سفر کا ارادہ کیا،میرے رفیق درس اور دوست مولانا عبد الباسط معروفی بن حضرت مولانازین العابدین صاحب معروفی کو میرے سفر کا علم ہوا تو وہ بھی تیار ہوگئے جس سے مجھے بہت تقویت ملی ، مئو سے کرشک اکسپریس براہ گونڈہ لکھنؤ جاتی ہے ، اس میں اے سی تھری ٹائر میں جگہ تھی، اسی سے ۲۱ ستمبر دوشنبہ کا ریزرویشن کرالیا گیا۔

مارچ کے بعد یہ ٹرین کا پہلا سفر تھا ، اس وقت ریلوے کانظام یہ ہے کہ پلیٹ فارم پر صرف اسی کو جانے کی جازت ہے جس کے پاس کنفرم ٹکٹ ہو، پلیٹ فارم کے داخلی دروازے پر دو پولیس والے رجسٹر لئے ہوئے بیٹھے ہوئے ، انھوں نے ٹکٹ دیکھا، رجسٹر پر اندراج کیا ، اسکریننگ کی اس کے بعد داخلہ کی اجازت ملی، پلیٹ فارم پر صرف اسی ٹرین سے سفر کرنے والے مسافرین تھے ۔ اپنے مقررہ وقت پونے سات بجے ٹرین آئی اور وقت پر روانہ ہوگئی ، یہ زندگی کا پہلاسفر تھا جو اس قدر پُر سکون تھا ، نہ اسٹیشن پر کسی قسم کی بھیڑ بھاڑاور شور ہنگامہ نہ ہی ٹرین کے کوچ میں، سیٹ سے کم مسافر تھے ، جس اسٹیشن سے جس کا ریزرویشن ہوتا وہ آکر سوار ہوجاتا ، راستہ میں آنے والا ہر اسٹیشن قبرستان کا منظر پیش کررہا تھا،پر ہول سناٹا اور تاریکی ! ہم لوگوں نے ٹکٹ گونڈہ تک کا لیاتھا ، لیکن اس سے ایک اسٹیشن پہلے " منکاپور" اترنا تھا ، یہاں‌سے مولانا مرحوم کا گاؤں دتلو پور تقریباً ۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ٹرین کے پہنچنے کا وقت ڈیڑھ بجے رات میں تھا، میں نے اپنے رفیق درس اور مخلص دوست

مولانا انور سادات صاحب کو زحمت دی کہ وہ اسٹیشن آکر مجھے لے لیں ،مولانا موصوف بلرام پور کے ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں ، دیوبند میں دورۂ حدیث کے سال ان سے تعارف ہوا ، جو آگے چل کر گہرے مخلصانہ تعلقات میں بدل گیا، بڑی خوبیوں کے حامل انسان ہیں ، دوستوں پر جان چھڑکنے والے اور ان کے لئے بخوشی ہر طرح کی قربانی دینے والے، انھوں نے بڑی خوشی کے ساتھ یہ ذمہ داری قبول کی، دتلوپور سے قریب ایک گاؤں فتحپور میں ان کا نانیہال ہے ،وہ رات میں اپنے نانیہال آگئے اور ٹرین کے وقت پر اسٹیشن پہنچے ،ٹرین ڈیڑھ بجے منکا پور جنکشن پر پہنچی، ہم لوگ اسٹیشن پر اترے تو ایک ہو کا عالم تھا ، ہر طرف سناٹے کا راج تھا ، ہمارے علاوہ دوچار لوگ اور اترے ، پلیٹ فارم دو نمبر پر ٹرین رکی تھی ، برج دور ہونے کی وجہ سے پٹریوں پر چل کر پلیٹ فارم نمبر پر ایک پر پہنچے ،وہاں پر ایک پولیس والا کاؤنٹر پر رجسٹر رکھے اونگھ رہا تھا، مولانا انورسادات اور ان کے بھتیجے کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی پلیٹ فارم پر موجود نہیں تھا، اسٹیشن کے باہر بھی وہی سناٹے کا راج ، میں سوچنے لگا کہ اگر مولانا عبد الباسط صاحب ساتھ نہ ہوتے تو کس قدر وحشت ہوتی۔ ہم لوگ اپنی گاڑی میں بیٹھے اور پونے تین بجے فتح پور پہنچ گئے ۔

فجر کی نماز کے بعد میں نے مفتی وحید الدین صاحب کو بتایا کہ میں فتح پور پہنچ چکا ہوں ، یہاں سے چائے پی کر آدھ گھنٹہ میں آپ کے یہاں حاضر ہوتا ہوں۔چھ بجے ہم لوگ دو بائیک سے فتح پور سے نکلے ، یہاں کے پولیس اسٹیشن سعد اللہ نگر سے

ہوتے ہوئے مولانا معزالدین صاحب کے وطن دتلوپور کی طرف بڑھے، جیسے جیسے دتلوپور قریب آرہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے یادوں کا ایک دبستاں کھل گیا ہو، مولانا مرحوم کے ساتھ بیٹھے ہوئے لمحات، ان کی شفقتیں اور احسانات ، ان کی رہنمائیاں اور ہدایات یکے بعد دیگرے تمام باتیں پردۂ ذہن پر ابھر رہی تھیں اور دل تھا کہ درد کے سمندر میں ڈوبا جارہا تھا۔

میرے دل میں درد بھرا ہے اتنا ہی تم جانو
ہو دل میں کیسے درد بھرے ہیں درد بھرا دل جانے ہے
درد سے دل کروٹیں لینے لگا بندھ گئی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی

میں سوچ رہا تھا کہ غمزدہ باپ، بیٹے اور بھائیوں کا سامنا کس طرح کروں گا، میں خود مستحق تعزیت تھا کیسے ان سے تعزیت کروں گا،انہی خیالات میں غلطاں وپیچاں چلے جارہے تھے کہ مولانا انور سادات صاحب نے بتایا کہ یہ مولانا کا گاؤں ہے، وہ پہلے یہاں آچکے تھے اس لئے گھر تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی ، مسجد کے بالکل بغل میں مولانا کا مکان ہے ۔ مولانا کے والد گرامی اور بھائی منتظر تھے ، سلام ومصافحہ کے بعدباہری کمرے میں سب لوگ بیٹھے ، کچھ دیر خاموشی رہی ، اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا، گفتگو کا محور ومرکز مولانا مرحوم کی ذات ستودہ صفات تھی ، دوران گفتگو کبھی شرکاء مجلس آبدیدہ ہوجاتے ، لیکن ان حضرات نے کمال صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا ، دل کی چوٹ اور کسک کو آنکھوں کے راستے باہر آنے سے روکا، باری

تعالیٰ اس سانحہ پر اپنے شایان شان صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائیں ، آمین یارب العالمین۔ مولانا کے صاحبزادے ابو بکر سلّمہ کو دیکھ کر ضبط کا یارا نہ رہا ، چونکہ اخیر کے دوسالوں میں اس کا مستقل قیام دہلی میں ہی رہا اس لئے اس سے کافی انسیت ہوگئی ہے۔ باری تعالیٰ اس کی بہترین کفالت فرمائیں اور بہترین حافظ قرآن اور عالم باعمل بنائیں ، اس کے لئے اور مولانا مرحوم کے اہل خانہ کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں ہیں ، باری تعالیٰ اسے قبول فرمائیں اور اس کی قبولیت کے اثرات وثمرات کو ظاہر فرمائیں۔آمین یارب العالمین

کچھ دیر کے بعد میں نے مولانا عبد الحمید صاحب مدظلہ کی خدمت میں ان کے استاذ گرامی مولانا افضال الحق صاحب جوہر قاسمی کی کتاب "بزم کہن" اور مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی کے خطبات کا مجموعہ " خطبات اعجاز" پیش کیا۔ "بزم کہن "مولانا افضال الحق صاحب کے وفیاتی وتاثراتی مضامین کا مجموعہ اور ان کے ادب وانشاء کا بہترین نمونہ ہے ۔ مولانا نے بتایا تھا کہ مولانا افضال الحق صاحب ان کے خاص استاذ تھے ، عربی کی ابتدائی تعلیم(عربی اول دوم) مدرسہ فرقانیہ گونڈہ میں مولانا کے پاس ہی حاصل کی ، اس کے بعد ایک سال کے لئے مظاہر علوم گئے،وہاں سے دارالعلوم دیوبند ، دیوبند میں تین سال رہے ، (۵۷،۵۶،۱۹۵۵ء) آپ کو حضرت شیخ الاسلام سے غایت درجہ عقیدت وشیفتگی تھی ، آپ کے جلالین شریف کے سال حضرت شیخ الاسلام کی وفات کا سانحہ پیش آیا جس نے طبیعت میں ایسی شکستگی اور یاسیت پیدا

کردی کہ دیوبند سے ہی دل اچاٹ ہوگیا، چنانچہ اگلے سال آپ دیوبند نہیں گئے اور مئو مفتاح العلوم جاکر حضرت مولانا حبیب الرحمن محدث الاعظمی سے حدیث کی کچھ کتابیں پڑھیں، مشہور عالم دین اور ممتاز ادیب مولانا مقبول احمد سیوہاروی سے بھی آپ نے پڑھا، آپ کی فراغت ۱۹۵۹ء میں نور العلوم بہرائچ سے ہوئی۔ اپنے گاؤں میں مولانا موصوف کی ذات دینی ودنیاوی تمام امور میں مرجع الکل کی حیثیت رکھتی ہے،باری تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ آپ کے سایۂ عاطفت کو باقی رکھیں۔ آمین

مولانا کے بھائیوں میں مفتی وحید الدین صاحب(مدرس وصدر مفتی فلاح دارین ترکیسر گجرات) سے ایک سرسری ملاقات گزشتہ سال فقہی سیمینار میں دہلی میں ہوئی تھی ، مولانا قطب الدین صاحب (مدرس سراج العلوم سکندرآباد، حیدرآباد) سے میری پہلی ملاقات تھی ، مولانا اسعد الدین صاحب(مدرس جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جاجمئو کان پور) سے دوڈھائی سال قبل ایک ملاقات ان کے مدرسہ میں جمعیۃ کے ایک پروگرام میں ہوئی تھی۔سب سے چھوٹے بھائی مولانا اسجد الدین صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی ، وہ جنازہ کے بعد دہلی سے ہی واپس حیدرآباد چلے گئے تھے ۔ ان لوگوں کے خلوص و محبت اور اپنائیت کی وجہ سے یہاں دل خوب لگا۔

پہنچتے ہی مولانا کے والد نے اپنے بچوں سے کہا کہ چائے لے کر آؤ ، میں نے کہا کہ ابھی چائے پی کر آرہا ہوں اس لئے کچھ دیر کے بعد مناسب ہے ، ایک سوا گھنٹہ کے بعد مولانا نے کہا کہ ناشتہ کے لئے دسترخوان لگاؤ، مولانا کا یہ دسترخوان حسن

ضیافت کا ایک نمونہ تھا ، اور کیوں نہ ہو؟ اسی اصل کی ایک فرع مولانا معزالدین صاحب کی ذات تھی جن کی ضیافت ومہمانی سے ہم لوگ ایک عرصہ سے مستفید ہورہے تھے ۔ ناشتہ کے بعد میں نے مولانا سے کہا کہ یہاں کا مدرسہ دیکھنا چاہتا ہوں اور قبرستان حاضر ہوکر مولوی قمر الدین مرحوم کی قبرپر فاتحہ پڑھنا چاہتا ہوں، یہ مولانا کے چوتھے نمبر کے صاحبزادے تھے ، اور ہمارے درسی ساتھی تھے ، ہم لوگوں کی فراغت شعبان ۱۴۱۹ھ (دسمبر ۱۹۹۸ئ) میں ہوئی، مولوی قمر الدین (للہ ان کی مغفرت فرمائیں)فراغت کے چند ماہ بعد مئی ۱۹۹۹ء میں علی گڈھ میں ایک ٹرین حادثہ میں شہید ہوگئے تھے۔

تینوں بھائی ہم لوگوں کو لے کر مدرسہ چلے ، روڈ پر آئے تو ایک کشادہ گیٹ نظر آیا ، جس پر مدرسہ عربیہ فیضان العلوم لکھا ہوا تھا ، چند سال قبل ایک پروگرام کے وقت مولانا عبد الحمید صاحب نے اسے تعمیر کروایا تھا ، اس کے پایہ پر کالی اور سفید ٹائلیں لگائی گئی ہیں جس سے جمعیۃ علماء ہند کے جھنڈے کا نقش نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے ، اس گیٹ سے چند قدم پر مدرسہ ہے ، مدرسہ سے کچھ فاصلہ پر قبرستان ہے ، رائے یہ ہوئی کہ پہلے قبرستان ہولیا جائے ، واپسی میں مدرسہ دیکھیں گے، چنانچہ پہلے قبرستان گئے ، یہ کافی وسیع وعریض رقبہ پر پھیلا ہوا ہے، برسات کی وجہ سے قد آدم کے بقدر گھاس پھوس اور خود رَو پودے اُگے ہوئے تھے ، مولوی قمر الدین اور اس شہر خموشاں کے دیگر مکینوں کے لئے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرکے واپس

ہوئے اور مدرسہ پہنچے ۔ یہ مدرسہ مکتب کی شکل میں تقریباً سوا سو سال سے قائم ہے ، اُس وقت گاؤں میں جیسے مکاتب ہوتے تھے اسی شکل میں تھا ، مولانا عبد الحمید صاحب جب فارغ ہوکر آئے تو اس کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری سنبھالی ،اور اب تک جبکہ قافلہ عمر اسّی سے تجاوز کرچکا ہے بخوبی اسے انجام دے رہے ہیں۔ اس وقت یہ گاؤں سے کچھ فاصلہ پر نہایت کشادہ زمین پر قائم ہے ، مدرسہ کی زمین کئ بیگھہ ہے ، فی الحال پرائمری اور حفظ کے درجات ہیں ، کبھی کبھار عربی فارسی کے بھی کچھ لڑکے رہتے ہیں ، مدرسہ کے احاطہ میں مسجد بھی ہے ، تعمیرات اتنی ہیں اگر کبھی جلالین شریف تک تعلیم ہوجائے تب بھی کافی ہوں گی۔ اس وقت مدرسہ بند ہونے کی وجہ سے چہل پہل نہیں تھی ، کچھ مقامی لڑکے پڑھنے آتے ہیں ، وہ نظر آئے ۔ مولانا کی امانت ودیانت، ایثار و قربانی اور حسن اخلاق وحسن انتظام کی وجہ سے پورا گاؤںآپ کے ایک اشارے پر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے مستعد وتیار رہتا ہے،مولانا فرمارہے تھے کہ اس لاک ڈاؤن اور معاشی ابتری کے باوجود لوگوں نے مدرسہ کے بجٹ کے بقدر رقم فراہم کردی ہے ،یہ سن کر ایک خوشگوار حیرت ہوئی۔

یہاں سے ہوکر گھر پہنچے تو مولانا عبد الحمید صاحب "بزم کہن" کے مطالعہ میں مستغرق تھے ،کتاب بند کرکے کہنے لگے کہ اس کا بیشتر حصہ دیکھ لیا، مولانا مرحوم کے بھائیوں کو چند گھنٹے کے بعد دہلی نکلنا تھا اس لئے میں نے اجازت چاہی تاکہ یہ لوگ سفر کی تیاری کرسکیں ، مولانا نے فرمایا کہ کچھ دیر رکئے اور چائے پی کر جایئے ، چائے

پینے کے بعد مولانا سے سلام ومصافحہ کے بعد ان کی دعائیں لے کر ہم لوگ نکلے ، مولانا کے بھائی اور ابو بکر سلّمہ مشایعت میں گاڑی تک آئے ، گاڑی مسجد کے پاس کھڑی تھی ، ایک نظر مسجد پر بھی ڈال لی، مسجد ہے تو چھوٹی لیکن خوبصورت اور حسن تعمیر کا ایک شاہکار ہے ، اس کی تعمیر میں بھی مولانا موصوف ہی کا بڑا حصہ ہے ، انہی کی نگرانی میں بن کر تیار ہوئی ہے ۔ سب لوگوں سے مصافحہ ومعانقہ کے بعد نو بجے کے قریب ہم لوگ دتلو پور سے روانہ ہوئے ۔ کہنے کو تو یہ صرف ڈھائی تین گھنٹے کا قیام تھا لیکن ذہن ودماغ پر بڑے اہم اثرات واحساسات کو رقم کر گیا۔ نکلتے وقت پورا وجود دعاگو تھا کہ باری تعالیٰ مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں ،اعلیٰ علیین میں جگہ دیں ، ان کی قبر کو روضۃ من ریاض الجنۃ بنائیں ،ان کے والدین ، بھائیوں ، بچے، بچی ، اہلیہ اور جملہ اہل خاندان کو اپنے حفظ وامان میں رکھیں ، ہمیشہ خوش وخرم اور اپنے فضل خاص کا معاملہ فرمائیں۔

آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ

لو درد کا درماں آیا

بقلم :- مولانا عبداللہ فرحان قاسمی خیرآبادی

انسان زندہ بنایا گیا ہے لیکن یہی زندہ انسان کبھی مردہ بھی ہو جاتا ہے، دنیا روشن پیدا کی گئی ہے لیکن یہی روشنی کبھی تاریکی میں تبدیل ہو جاتی ہے جب آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت با سعادت نہیں ہوئی تھی تو پورا عالم کفر و ضلالت میں ڈوبا ہوا تھا آپسی تعلقات میں شکررنجیاں تھیں، طرح طرح کی خرافات سے دنیا اٹی پڑی تھی، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا غنیم تھا، تقلید آبائی کا دور دورہ تھا پوری دنیا ہدایت سے محروم تھی، بارش اپنے موسم میں زمین کو خوب سیراب کرچکی تھی لیکن اب جلتی تپتی ہوئی زمین کے ہونٹوں پر پیاس کی وجہ سے پوپڑیاں جمی ہوئی تھیں پھر کیا تھا رب ذوالجلال نے اس پر آشوب دور میں اس کائنات کی ضلالت و گمرہی کو ختم کرنے کے لئے ایک مرشد کامل کو بھیجا ایک خاندان کے لئے نہیں ایک قبیلہ کے لیے نہیں بلکہ سارے عالم کے لئے نذیر بنایا اور اسے سارے عالم میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اے فطرت سے بغاوت کرنے والو! آپس میں خونریزی کرنے والو! قبیلے قبیلے میں مخاصمت کرنے والو! بتوں کی عبادت کرنے والو! سنو غور سے سنو۔ یہ وہ کامل و مکمل انسان ہے جو تمھارے لات و ہبل کو زمین بوس کرے گا، تمھارے آپسی معاملات کو پیار و

---

* شیخوپور اعظم گڈھ

محبت ،بھائی چارگی میں تبدیل کرے گا، قبیلے قبیلے کو بانٹنے والے کے اندر اخوت و محبت کا دیپ جلائے گا چنانچہ جب یہ بچہ پروان چڑھاتو قدرت الٰہی نے انھیں تبلیغ دین کا حکم دیا ،مکہ کے گرد و نواح میں اسلام کے پیغام کو عام کرنے کا حکم دیا تو حق شناس لوگوں نے آپ کی تعلیمات کو قبول کیا اور انھیں جاننے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا صحابہ کی شکل میں ایک جماعت تیار ہوگئی پھر یہ ایک کارواں بن گیا جس کو شاعر کہتا ہے کہ ۔

٭میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر۔٭
٭لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔٭

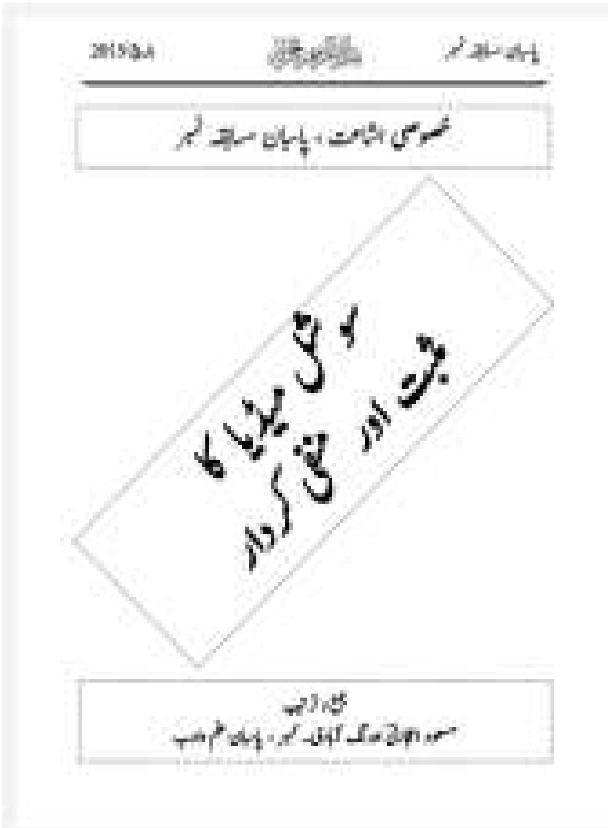
اس وقت جہاں مئے فروشی، سود خوری، بے حجابی، حرام کاری، زر پرستی ،اور فسق و فجور کی گرم بازاری عام تھی اور انسانیت کے مفہوم سے دماغ ناآشنا تھا ہر طرف یتیموں کی حق تلفی، غریبوں کے ساتھ بے رحمی وبا کی شکل میں پھیلی ہوئی تھی جہاں عیاریاں اور بدکاریاں تھیں وہاں سرور کائنات اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہونچے اور اخوت و محبت کا ایک گہوارہ تیار کیا، اخلاقی گندگیوں اور روحانی ناپاکیوں کو ختم کر کے توحید و خدا پرستی کا پیغام دیا اور ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ اصلاح کی جڑ خدا پرستی اور توحید ہے جب یہ آواز مکہ کے قرب و جوار میں پہونچی تو مشرکین مکہ آپ کے دشمن ہوگئے حتی کہ آپ سے مقاطعہ کرلیا سامان خورد و نوش بند کر دیئے گئے، طائف کی وادیوں میں لونڈوں اور لونڈیوں کے ذریعہ اینٹوں، پتھروں

٭ شیخوپور اعظم گڈھ

سے لہولہان کیا گیا اس کسمپرسی کے عالم میں فرشتہ حاضر ہوکر کہتا ہے اے محبوب رب العالمین اجازت دیجئے میں ان کو نیست و نابود کردوں، ان کو پہاڑوں کے اندر دبادوں تو محبوب رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں ۔ نہیں ۔ چھوڑ دو شاید کہ ان کے نسل میں سے کوئی ایمان لائے ۔اس کے بعد طائف شہر سے باہر نکلے خون کو صاف کیا، جسم کو دھویا اور ایک باغ کے اندر کچھ دیر آرام کیا پھر اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے آگے بڑھے ۔ مختصر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اپنے کام میں لگے رہے اسلام کی دعوت دیتے رہے اللہ کی طرف بلاتے رہے، شرک و بدعات سے روکتے رہے، ایک معبود حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم کرتے رہے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اسلام کے نور سے پورے عالم کو منور کر دیا۔ آپ کی عمر بڑھتی گئی مرض وفات میں مبتلا ہوئے اور مرض رفتہ رفتہ بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ آپ بارہ ربیع الاول بروز دوشنبہ ظہر کے بعد اس دار فانی سے دار بقا کی جانب منتقل ہوگئے ۔اس وقت آپ کی عمر شریف ترسٹھ برس تھی ۔ *اللھم صلی علی محمد و اعلیٰ آل محمد وبارک وسلم ---*

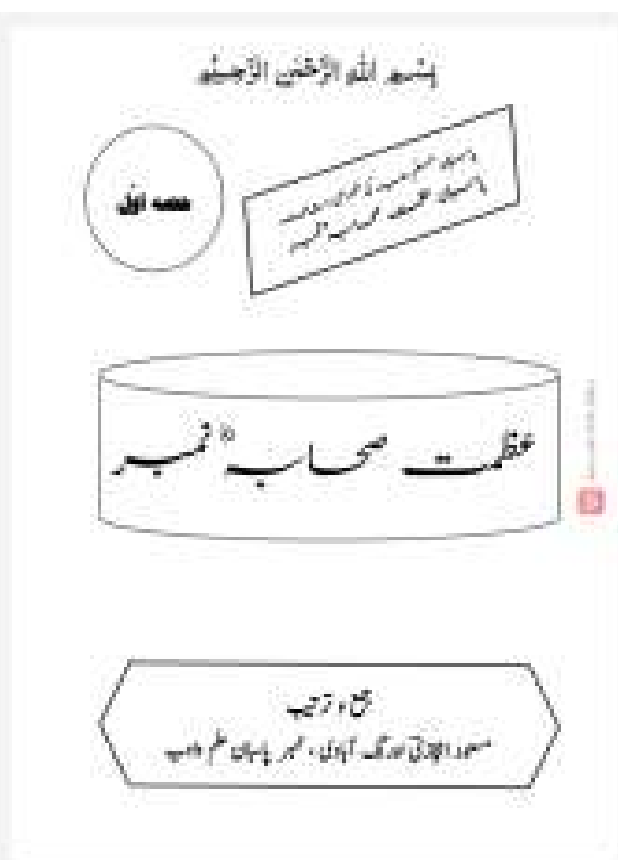
---

* شیخوپور اعظم گڈھ


سوشل میڈیا کا
مثبت اور منفی کردار


تعارف پاسبان علم و ادب


یوم جمہوریہ نمبر
سنہ عیسوی 2020


بسم اللہ الرحمن الرحیم
حصہ اول
عظمت صحابہ نمبر
جمع و ترتیب